بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیریز

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید

183

نیلا گھوڑا

اشتیاق احمد

183

جمشید سیریز

نیلا گھوڑا

اشتیاق احمد

حدیث شریف

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کسی شخص نے کوئی کھانا اس سے بہتر نہیں کھایا کہ وہ
اپنے ہاتھوں سے کما کر کھائے۔ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام
اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے تھے۔

(بخاری شریف)

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ۔۔۔
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ۔۔۔
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ۔۔۔
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ۔۔۔
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں ، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں ، پھر ناول پڑھیں ۔ شکریہ !

فقط :

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلامُ علیکم !

آج جب میں اس ناول کی دو باتیں لکھنے بیٹھا ہُوں ، ۲۴، دسمبر ہے ۔ ۲۶، دسمبر کو آفتاب احمد کی شادی ہو رہی ہے ۔ آپ جب یہ ناول پڑھ رہے ہوں گے ، اس وقت آفتاب احمد کی شادی کو قریباً تین ماہ گزر چکے ہوں گے ۔ یہ خبر اس لیے سُنانا ضروری سمجھا کہ آفتاب احمد بھی آپ کے لیے ناول لکھتے ہیں اور ان کے قارئین کا بھی حلقہ موجود ہے ۔ ان قارئین کے لیے یہ خبر ضرور خوشی کی ثابت ہو گی ۔ آپ کہیں گے ۔ ہمیں یہ خبر بہت بعد از وقت سُنائی گئی ۔ یہ بات ٹھیک ہے ۔ لیکن میرا اور آپ کا رابطہ صرف ناولوں کی دو باتوں کے ذریعے

ہے - ایک ناول جو میں آج لکھتا ہوں - اس کو آپ قریباً تین ماہ بعد پڑھتے ہیں - تین ماہ پہلے خود مجھے معلوم نہیں تھا کہ آفتاب احمد کی شادی کس تاریخ کو ہو گی - لہٰذا تین ماہ پہلے کے کسی ناول کی دو باتیں میں یہ بات نہ لکھ سکا - اس لیے آپ کا گلا سر آنکھوں پر سہی - پھر بھی درست نہیں - یوں آپ کو ناراض ہونے، لال پیلا ہونے اور آنکھیں دکھانے کا پورا پورا حق ہے - اور آپ اس حق کا استعمال فراخ دلی سے کر سکتے ہیں - شکریہ!

اشتہار

"آج شام ٹھیک سات بجے ارمان بخاری نوٹنگو کو قتل کر دیا جائے گا، کوئی اسے نہیں بچا سکے گا، یہاں تک کہ تم لوگ بھی نہیں بچا سکوگے، ارمان بخاری کو کیوں قتل کیا جائے گا - یہ ایک ایسا راز ہے - جو راز رہے گا - اس راز سے کبھی بھی پردہ نہیں اُٹھ سکے گا - اگر کسی میں ہمت ہے، طاقت ہے، صلاحیت ہے تو ارمان بخاری کو بچا کر دکھا دے اور اس راز سے پردہ اُٹھا کر دکھا دے - میں اپنی شکست کا اعلان اخبارات کے ذریعے کروں گا - جس طرح یہ اشتہار اخبارات کی زینت بنا ہے - اسی طرح شکست کا اشتہار اخبارات میں شائع ہو گا -

نیلا گھوڑا -"

انھوں نے اس اشتہار کو کئی مرتبہ غور سے پڑھا، پھر ایک دُوسرے کی طرف دیکھا:

"شاید اشتہار دینے والے کا دماغ خراب ہے۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"یا پھر وُہ دُوسروں کا دماغ خراب کر دینے پر تُلا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ایک تیسری بات بھی ہو سکتی ہے۔ وُہ یہ کہ یا پھر یہ شخص اپنے سوا ساری دُنیا کے لوگوں کو عقل سے پیدل خیال کرتا ہے۔" فارُوق بولا۔

"ہاں واقعی۔ اشتہار کے الفاظ سے یہی بات ظاہر ہے، سوال یہ ہے کہ ارمان بخاری کون ہے۔" محمود نے تسلیم کیا۔

"اس کی ایک عقل مندی تو یہی ہے۔ کہ اس نے ارمان بخاری کا پتا نہیں لکھا۔" فرزانہ بولی۔

"تو پھر۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔" فارُوق نے اسے گھورا۔

"بھئی اس سے یہ ہوتا ہے کہ اب کون ارمان بخاری کو تلاش کرتا پھرے۔ اور پھر۔ پورے شہر میں نہ جانے کتنے ارمان بخاری ہوں گے۔ نہ جانے اس نے کس ارمان بخاری کے بارے میں اعلان کیا ہے۔"

"میں پھر بھی۔ یہی کہوں گا کہ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔" فارُوق مُسکرایا۔

"آخر کیسے۔ تمھارے دماغ میں کیا ہے؟" محمود نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"ظاہر ہے۔ بھوسہ بھرا ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اگر میرے دماغ میں بھوسہ بھرا ہے تو پھر تم دونوں کے دماغ بھی بھوسے سے خالی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ۔" فارُوق کہتے کہتے رک گیا۔

"کیونکہ کیا؟"

"کیونکہ ہم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔"

"اب تم نے ابّا جان اور امّی جان کے دماغوں میں بھوسہ بھرا ہونے کی بات کر دی۔" فرزانہ چلّائی۔

"ہرگز نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" فارُوق نے پُرزور لہجے میں کہا۔

"خیر خیر۔ تم یہ بتاؤ۔ کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہ کہ اس اشتہار کے مطابق بے شک ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ارمان بخاری کون ہے، کہاں رہتا ہے، کیا کرتا ہے اور یہ کہ ہم کس طرح اسے تلاش کریں۔ لیکن وُہ بھی تو اخبارات میں یہ اشتہار پڑھے گا۔ نہیں پڑھے گا تو اس

بکے دوست احباب تو اس اشتہار کی طرف توجہ دلائیں گے ہی
باوجود پھر وُہ اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن جائے گا۔ بلکہ
اب تک تو وُہ جا بھی چکا ہو گا۔ کیونکہ شام کے سات
بجنے میں اب صرف بارہ گھنٹے باقی ہیں۔ اس وقت صبح کے
سات بج رہے ہیں۔"

"گویا ہمارے پاس پورے بارہ گھنٹے ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ظاہر ہے۔ اب ہم اس کیس پر کام کیے
بغیر تو رہیں گے نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"تم صرف اپنی بات کرو۔ مجھے شامل نہ کرو۔" فاروق بھنا
اُٹھا۔

"خیر خیر۔ یونہی سہی۔ محمود۔ تم بھی میرا ساتھ دینا پسند
کرو گے یا نہیں؟"

"میں اور تمہارا ساتھ نہ دوں۔" اس نے فوراً کہا۔

"یہی تو مصیبت ہے۔ تم ہمیشہ اس کا ساتھ دیتے ہو۔ کبھی
میرا بھی ساتھ دے کر دیکھو۔"

"میں کام چور نہیں ہوں۔" محمود مسکرایا۔

"شکریہ۔ میں نے تمہاری بات کا بُرا نہیں مانا۔ خیر۔
تُم نے بھی اس معاملے میں فرزانہ کا ساتھ دینے کی ٹھان

لی ہے۔ تو یہ غریب عاجز بھی پیچھے نہیں رہے گا۔"

"چلو شکر ہے۔ راہِ راست پر آ گئے۔ اس سے پہلے کہ
ابّا جان غسل خانے سے باہر نکلیں۔ ہمیں کام شروع کر دینا
چاہیے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"کیوں! کیا ابّا جان ہمیں اس پر کام کرنے کی اجازت
نہیں دیں گے۔" فاروق بولا۔

"میرا مطلب ہے۔ اس سے پہلے ہی اگر ہم کوئی کام دکھا
دیں تو کیا یہ بہتر بات نہیں ہو گی؟"

"تو ٹھیک ہے۔ شروع ہو جاؤ۔"

محمود نے سارے شہر کے پولیس اسٹیشن کا چارٹ سامنے
رکھ کر باری باری فون کرنا شروع کیا۔ ہر پولیس اسٹیشن
سے یہی جواب ملتا رہا کہ کسی ارمان بخاری نوٹنگو نے اس
اشتہار کے خلاف رپورٹ درج نہیں کرائی اور یہ کہ ہر پولیس
اسٹیشن میں یہ اشتہار بہت دل چسپی سے پڑھا گیا ہے۔
بلکہ ارمان بخاری نوٹنگو کا ہر پولیس اسٹیشن پر انتظار کیا
جا رہا ہے۔

"بھئی۔ کتنا خوش قسمت ہے یہ ارمان بخاری۔ کتنے لوگ
آج اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ مگر وُہ ہے کہ آنے کا
نام ہی نہیں لے رہا۔"

"ارمان بخاری تو شہر میں کتنے ہی ہوں گے۔ لیکن ارمان بخاری نوٹنگو ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ گویا پورے شہر میں ارمان بخاری نوٹنگو صرف ایک ہے۔ اور اسے ضرور کسی پولیس اسٹیشن تک پہنچ جانا چاہیے تھا۔ حیرت ہے۔ وہ اب تک کہاں رکا ہوا ہے۔ کیا اس نے ابھی تک یہ اشتہار نہیں پڑھا؟"

"ہاں! اس کا بھی امکان ہے۔ ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے گھر سے کہیں دور گیا ہوا ہو۔ ایسی جگہ جہاں لوگ اس کو نہ جانتے ہوں اور وہاں ہو سکتا ہے، ابھی تک اسے اخبار دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا ہو۔"

"جب ارمان بخاری کو ہی ابھی تک پتا نہیں چلا تو ہم بھلا اسے کس طرح تلاش کر سکتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ابھی پولیس اسٹیشن مکمل نہیں ہوئے۔" محمود نے بھنّا کر کہا۔

وہ باری باری فون کرتا چلا گیا۔ ہر جگہ مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر تھک ہار کر اس نے ریسیور رکھ دیا:

"نہیں بھئی۔ اس کا کوئی پتا نہیں۔"

"تو پھر دفع کرو۔ ہم نے کوئی ٹھیکا لے رکھا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ۔ کسی کو یہ اشتہار دینے کی کیا ضرورت

تھی۔ اگر اسے یہ کام کرنا تھا تو وہ چپ چپاتے کر گزرتا، اشتہار دینے سے اس کا کیا مقصد ہے؟"

"یہ بات پہلے ہی ہو چکی ہے۔ وہ کوئی شیخی خورہ شخص ہو گا۔"

"نہیں۔ اب مجھے یقین ہو چلا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس اشتہار میں بھی ضرور کوئی راز ہے۔"

"لو بھئی۔ اب اشتہار میں بھی راز نکل آیا۔ باقی رہ کیا جائے گا پھر۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور انسپکٹر جمشید باہر نکل کر ان کی طرف بڑھے، پھر ٹھٹک کر رک گئے۔

"کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔"

"آپ نے کیسے جان لیا؟" محمود بولا۔

"تمھارے چہروں پر لکھا ہے۔ کہ کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔" وہ مسکرائے۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔ یہ دیکھیے۔ ایک اشتہار۔" محمود نے کہا اور اخبار ان کے سامنے کر دیا۔ وہ اس کو پڑھتے چلے گئے، پھر مسکرا کر بولے:

"پھر۔ تم نے کیا اندازہ لگایا؟"

"یہ کہ کوئی شیخی بگھارنے والا شخص ہے۔"

"ہاں! اس کا امکان ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے —
جیسے اس اشتہار سے وہ کوئی خاص فائدہ اٹھانا چاہتا ہے —
مثلاً ایک شخص ارمان بخاری نوٹنگو نام کا ہے۔ اس کو کسی
نے اغوا کر رکھا ہے۔ اور وہ اس کے گھر والوں سے اس
کو رہا کرنے کے لیے ایک بہت بڑی رقم کا مطالبہ کر چکا
ہے۔ لیکن گھر والے وہ بڑی رقم ادا نہیں کر سکے —
اب اس نے تنگ آکر۔ انھیں ڈرانے کے لیے یہ اشتہار
شائع کرایا ہے۔"

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن ابا جان —
جن لوگوں سے وہ رقم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ کیوں پولیس
اسٹیشن نہیں پہنچے؟"

"ہاں! یہ بات ضرور عجیب ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے —
بات کوئی اور ہو۔ خیر۔ کیا تم اس کیس پر کام کرنا چاہتے
ہو؟" وہ مسکرا کر بولے۔

"دل تو چاہ رہا ہے، کیونکہ معاملہ ہے دلچسپ۔"

"میری طرف سے اجازت ہے، لیکن میں تمھارا ساتھ نہیں
دے سکوں گا۔ مجھے آج ایک سرکاری میٹنگ میں جانا ہے۔"

"جی بہتر!" انھوں نے ایک ساتھ کہا۔

انھوں نے ناشتا کیا، پھر ان سے رخصت ہو گئے —

آج چھٹی کا دن تھا۔ لہٰذا وہ ارمان بخاری میں دل چسپی
نہ لیتے تو کیا کرتے۔ ایسے میں فرزانہ نے بلند آواز میں کہا:

"میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔"

"یہ کوئی نئی بات نہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ایک بات ہمیشہ تمھارے ذہن میں ہی آتی ہے۔ ہمارے ذہنوں
میں نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا، محمود مسکرا دیا اور بولا:

"بھئی جلے کیوں جا رہے ہو — تم بھی ایک بات ذہن میں
لے آیا کرو۔"

"پہلے اس کی ایک بات تو سن لو۔" فاروق تڑ سے بولا۔

"ہاں فرزانہ — وہ کیا بات ہے؟"

"یہ کہ — ہم کیوں نہ ٹیلی فون ڈائریکٹری میں کسی ارمان
بخاری نوٹنگو کا نام دیکھیں۔"

"ضروری نہیں کہ اس کے گھر میں فون بھی موجود ہو۔" فاروق
نے منہ بنایا۔

"دیکھ لینے میں حرج بھی کیا ہے؟"

"ہوں — خیر۔" فاروق نے کندھے اچکائے۔

انھوں نے الف والے ناموں کو دیکھنا شروع کیا — اور
پھر ایک جگہ ان کی نظریں اٹک کر رہ گئیں — وہاں نہ صرف

ارمان بخاری نوٹنگو نام موجود تھا — بلکہ آگے فون نمبر بھی درج تھا — اور تھا بھی اسی شہر کا —

★

"یہ — یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں" فرزانہ بڑبڑائی۔

"صاف ظاہر ہے — ارمان بخاری نوٹنگو کا نام دیکھ رہے ہیں" محمود بولا —

"بلکہ ساتھ میں فون نمبر بھی دیکھ رہے ہیں" فاروق مسکرایا۔

"کیا خیال ہے — فون کریں" فرزانہ بولی۔

"میرا خیال ہے — فون کرنا مناسب نہیں ہو گا — اور یوں کام بھی نہیں بنے گا — ہمیں خود ہی جانا چاہیے" محمود نے تجویز پیش کی۔

"اس سے پہلے کہ ہم یہاں سے جائیں — ایک کام اور کر لیں" فرزانہ بولی۔

"چلو — وہ کام بھی بتا دو"

"ابھی ڈائریکٹری میں اس نام کی تلاش جاری رکھی جائے، یہاں تک کہ الف والے نام ختم ہو جائیں — ہو سکتا ہے — اس نام کا کوئی اور آدمی بھی ہو"

"بہت مشکل ہے — صرف ارمان بخاری نام ہوتا تو یہ بات کہی جا سکتی تھی"

"دیکھ لینے میں کیا حرج ہے"

"خیر — یوں ہی سہی"

انھوں نے پھر نظریں دوڑانا شروع کیں، لیکن آخر تک کوئی اور نام نظر نہ آیا — اب وہ اٹھ کھڑے ہوئے:

"امی جان — ہم ذرا ارمان بخاری نوٹنگو سے ملنے جا رہے ہیں"

"میں تمھاری باتیں سنتی رہی ہوں — اس کا فون نمبر نوٹ بک میں لکھ دو — تاکہ تم لوگوں کی واپسی میں دیر ہو تو فون کر کے معلوم تو کر لوں" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا —

"جی بہتر" تینوں ایک ساتھ بولے —

تھوڑی دیر بعد وہ کار میں بیٹھے ارمان بخاری نوٹنگو کے گھر کا رخ کر رہے تھے — ڈائریکٹری میں ۲۰۳ رضوان کالونی پتا لکھا ہوا تھا — وہ جانتے تھے — رضوان کالونی بہت دولت مند لوگوں کی کالونی تھی — کوئی چھوٹا موٹا دولت مند تو اس کالونی میں زمین خریدنے کی ہمت بھی نہیں کرتا تھا —

انھیں کوٹھی نمبر ۲۰۳ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی — کوٹھی بہت عالی شان تھی — محمود نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا — نیم پلیٹ پر موٹے حروف میں لکھا

تھا — ارمان بخاری نوٹنگو —

جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دی — اور کالے رنگ کا بھونڈے سے نقش و نگار والا ایک شخص نظر آیا:

"جی — فرمائیے۔"

"ہمیں — مسٹر ارمان بخاری نوٹنگو سے ملنا ہے۔"

"کیا!!!" اُس نے چیخ کر کہا —

خفیہ دھمکی

اُس کی کیا نے اُنھیں بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا — وہ اُنھیں اس طرح گھور رہا تھا جیسے کاٹ ہی تو کھائے گا —

"خیر تو ہے جناب — ہم نے آپ کو لاٹھی تو نہیں دے ماری۔"

"آپ نے کیا کہا — کس سے ملنا ہے؟" اس نے بے یقینی کے عالم میں کہا —

"مسٹر ارمان بخاری نوٹنگو صاحب۔"

"کیا!!!" وہ پھر چلّا اُٹھا —

"دیکھیے جناب — اگر آپ اسی طرح سوال پوچھتے رہے اور ہم جواب میں یہ نام کہتے رہے اور آپ زور سے کیا کہتے رہے تو آپ زور سے کیا کہتے رہے تو ضرور بالضرور — وہ پھٹ جائیں گے۔"

فارُوق نے جلدی جلدی کہا —

"وہ کیا پھٹ جائیں گے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"مم — میرا مطلب ہے — ہمارے کانوں کے پردے۔"

"بہت کمزور پردے ہیں آپ لوگوں کے کانوں کے۔ آپ کو ان کا علاج کرا لینا چاہیے۔" اُس نے کہا۔

"مشورے کا شکریہ۔ عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"اب آپ مہربانی فرما کر مسٹر ارمان بُخاری نوٹنگو کو ہماری آمد کی اطلاع دیں۔ کارڈ لے جانا چاہیں تو ہمارے پاس وُہ بھی ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ مَیں آپ کو نوٹنگو صاحب سے نہیں ملوا سکتا۔"

"کیوں۔ کیا وُہ آج کے اخبارات پڑھ کر کہیں چھپ گئے ہیں؟"

"آج کے اخبارات۔ کیا مطلب۔ ان میں ایسی کیا بات ہے۔"

"کیا اس گھر کے کسی فرد نے ابھی تک اخبار نہیں دیکھے؟"

"اس گھر کے افراد گیارہ بجے سے پہلے اُٹھتے ہی کب ہیں۔ رہ گئے ملازم لوگ۔ انھیں اخبارات دیکھنے کی اتنی فرصت کب ملتی ہے۔ کام ہی بے تحاشہ ہے یہاں۔" اس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تب پھر۔ آپ نے یہ کیوں کہا کہ آپ ہمیں ان سے نہیں ملوا سکتے۔"

"مجبوری ہے۔" اس نے کہا۔

"کیا مطلب۔ مجبوری کیسی؟"

"ایک ایسی مجبوری جس کا توڑ کسی کے پاس نہیں۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔" فارُوق نے اسے گھورا۔

"آجائے گی آہستہ آہستہ۔" اُس نے جواب دیا۔

"آپ بھی عجیب ہیں۔" محمود نے جل کر کہا۔

"ہاں! یہ بات میرے بارے میں اور لوگ بھی کہ چکے ہیں۔" اُس نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی۔ ارے صاحب۔ ہم ارمان بخاری نوٹنگو صاحب سے ملنے آئے ہیں۔ اگر وُہ بھی گیارہ بجے اُٹھنے کے عادی ہیں اور آپ کو یہ اجازت نہیں کہ اس وقت سے پہلے انھیں جگائیں۔ تو پھر ٹھیک ہے۔ صاف صاف بتا دیں۔ ہم گیارہ بجے آ جائیں گے۔" محمود نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر۔ بات آخر ہے کیا۔ یہ بتائیں نا۔"

"بات یہ ہے جناب کہ ارمان بخاری نوٹنگو صاحب اب اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ ان کا تو پچھلے سال انتقال ہو چکا ہے۔"

"کیا!!!" وُہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"جی ہاں ! اب آپ ہی بتائیں ۔ میں ان سے آپ کو کس طرح ملوا سکتا ہوں۔"

"کیا آپ پڑھے لکھے ہیں؟" محمود نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا ۔

"ہاں کیوں نہیں ۔ لیکن بہت زیادہ نہیں۔"

"شکریہ ۔ اخبار میں شائع ہونے والا یہ اشتہار ذرا آپ پڑھ لیں۔"

"ضرور ۔ کیوں نہیں۔"

اس نے یہ کہہ کر محمود کے ہاتھ سے اخبار لے لیا اور اخبار پڑھنے لگا ۔ اس کی آنکھیں حیرت زدہ انداز میں پھیلتی چلی گئیں ۔۔۔

اشتہار مکمل پڑھنے کے بعد اُس نے ان کی طرف دیکھا ۔ اس کی آنکھوں میں شدید اُلجھن تھی ۔ پھر وُہ تیزی سے اندر کی طرف مُڑا اور قریبًا دوڑتا چلا گیا :

"یہ کیا ہوا اسے ۔ کوئی بات کیے بغیر ہی اندر چلا گیا۔"

"شاید جلد ہی واپس آئے گا۔" فرزانہ بولی ۔

لیکن فرزانہ کا خیال غلط نکلا ۔ اس کی واپسی جلد نہیں ہوئی ۔ پورے دس منٹ بعد وُہ واپس آیا ۔ اس کے ساتھ اب تین نوجوان اور ایک لڑکی بھی تھے ۔

"یہ ہیں وُہ لوگ ۔ جو اخبار لے کر آئے ہیں۔"

"کک ۔ کیا آپ اندر تشریف لا سکتے ہیں؟" ان میں سے ایک نے کہا ۔

"ضرور کیوں نہیں ۔ دس منٹ تک یہاں یُوں ہی تو نہیں کھڑے رہے۔" فاروق نے جل بھن کر کہا ۔

"اوہ ۔ معاف کیجیے گا ۔ مُلازم سے غلطی ہوئی ۔ اسے چاہیے تھا ۔ آپ کو اندر بٹھا کر ہمیں جگانے جاتا۔"

"چلیے خیر کوئی بات نہیں۔"

"جالینوس ان سے معافی مانگو۔"

"آپ جانتے ہیں سر ۔ جالینوس کسی سے معافی نہیں مانگتا۔" مُلازم نے بھنّا کر کہا ۔

"آج تو مانگنا ہو گی۔" لڑکی چیخ کر بولی ۔

"نن ۔ نہیں ۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔" جالینوس نے تیز آواز میں کہا ۔

"رہنے دیجیے صاحبان ۔ ہمیں معافی منگوانے کا ایسا کوئی شوق نہیں۔"

"آپ کو نہ ہوگا شوق — لیکن اخلاق بھی کوئی چیز ہے —
جب اس سے غلطی ہوئی ہے — تو اس کو معافی مانگنا ہو گی۔"

"ہرگز نہیں — مَیں نے کوئی غلطی نہیں کی — میں تو اشتہار
پڑھ کر ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا اور آپ کو اطلاع دینے
کے لیے دوڑ پڑا تھا — ان حالات میں یہ کس طرح کہا جا سکتا
ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔"

"بالکل ٹھیک، مَیں بھی یہی کہتا ہوں۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"اگر آپ بھی یہی کہتے ہیں تو پھر ہمیں بھلا کیا اعتراض
ہو سکتا ہے، لیکن ایک بات میں پھر بھی کہوں گا — اگرچہ
جالینوس سے بدحواسی میں غلطی ہوئی — اس لیے اِسے کوئی سزا
تو نہیں دی جا سکتی، لیکن اب اس کا بھی اخلاقی فرض
ہے کہ اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے آپ سے معافی مانگے۔"

"اوہ — واقعی میں غلطی پر تھا، مجھے اپنی غلطی کا اعتراف
ہے — آپ مجھے معاف کر دیں۔" جالینوس نے شرمندہ ہوتے
ہوئے کہا۔

"ہم تو پہلے ہی کہ چکے ہیں کہ معافی مانگنے کی کوئی خاص
ضرورت نہیں ہے، لیکن چوں کہ آپ پھر بھی مانگ رہے ہیں —
اس لیے ہم نے معاف کیا۔" محمود بولا۔

اور پھر وہ انھیں ڈرائنگ روم میں لے آئے — اطمینان

سے بیٹھنے کے بعد ان میں سے ایک بولا:

"پہلے تو ذرا تعارف ہو جائے — میں ریحان بخاری ہوں،
یہ فرحان بخاری ہے — یہ سلمان بخاری — اور یہ ہماری بہن نورین
بخاری ہیں — ارمان بخاری نوٹنگو ہمارے والدِ گرامی تھے —
پچھلے سال ان کا انتقال ہو گیا — ان حالات میں یہ اشتہار
دیکھ کر ہمیں بہت حیرت ہوئی — حیرت کیوں نہ ہو گی —
کسی مرے ہوئے شخص کو بھی بھلا کوئی قتل کرتا ہے۔"

"بالکل نہیں۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"یہ نوٹنگو کیا چیز ہے — ذات تو نہیں ہے۔"

"جی نہیں — یہ ان کا تخلص تھا — شاعرانہ مزاج تھا ان کا —
ٹوٹے پھوٹے اشعار بھی کہا کرتے تھے۔"

"اوہ اچھا — اور وہ کیا کرتے تھے؟"

"کرنا کرانا کیا ہے — دادا جان ایک بہت بڑی جاگیر کے
مالک تھے — پھر وہ جاگیر والدِ گرامی کے ہاتھ آئی — انھوں نے
بیچ دی — روپیہ بنکوں میں جمع کرا دیا — اب اتنا منافع ہر
سال ملتا ہے کہ ہم دل کھول کر خرچ کرتے ہیں، لیکن پھر
بھی ختم نہیں ہوتا۔"

"آپ کا مطلب ہے — آپ لوگ کوئی کام نہیں کرتے —
نہ آپ کے والدِ گرامی کوئی کام کرتے تھے۔" فاروق نے جل

کر کہا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا۔ ان حالات میں ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ کھایا پیا۔ اِدھر اُدھر گھومے پھرے۔ گھریلو کھیلیں کھیلیں اور سو گئے۔ صبح دیر تک سوتے رہے۔ عیش ہے اپنی۔"

"معاف کیجیے گا۔ آپ ہماری باتوں کا بُرا تو نہیں مانیں گے؟"

"آپ نے اب تک جو باتیں کی ہیں۔ ان کی بات کر رہے ہیں یا اب جو کرنی ہیں، ان کی؟"

"اب جو ہم کرنے لگے ہیں۔"

"چلیے، ہم فراخ دلانہ وعدہ کرتے ہیں کہ بُرا نہیں مانیں گے۔ اور فرمائیں۔"

"شکریہ۔ گذارش یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالٰی نے بے کار پیدا نہیں کیا۔ اس کی پیدائش کا ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے۔ اس کی عبادت کرے۔ اس کے احکامات پر عمل کرے۔ اس کے نبی جو دین لائے، اس پر عمل کرے۔ اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ ہمارا خیال ہے۔ آپ ان میں سے ایک کام بھی نہیں کرتے۔"

"یہ تو آپ کچھ خشک باتیں لے بیٹھے۔" سلمان نے منہ بنا

کر کہا۔

"آپ سے اس قسم کی باتیں شاید زندگی میں پہلے کسی نے نہیں کیں۔" محمود بولا۔

"ہاں! یہ تو ہے۔ خیر۔ ہم آپ کی ان باتوں پر غور کریں گے۔ والد صاحب کے بارے میں ہم آپ کو بتا ہی چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان کے قتل کیے جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اور فرمائیے۔"

"گویا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم چلتے پھرتے نظر آئیں۔" فاروق مسکرایا۔

"یہ۔ یہ تو خیر ہم نے نہیں کہا۔" فرحان بولا۔

"چند سوال اور کریں گے۔ آپ کے والد کی موت کن حالات میں ہوئی؟"

"بالکل عام حالات میں۔ اُس رات وہ بالکل پُرسکون انداز میں سوئے، لیکن صبح مُردہ ملے۔ ہم نے ان کی موت کا اعلان کیا اور پھر انہیں دفنا دیا گیا۔"

"ڈاکٹر کو تو بُلایا گیا ہوگا؟"

"جی ہاں! وہ تو ظاہر ہے۔"

"شکریہ۔ بس ہمیں اپنے ڈاکٹر کا نام بتا دیں۔"

"توفیق پاشا۔" نورین نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا اب آپ ہمارے ڈاکٹر صاحب کو پریشان کریں گے جا کر؟"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ کیا آپ ہماری آمد سے پریشان ہوئے؟"

"نن۔ نہیں۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ڈاکٹر صاحب کا پتا بھی بتا دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔"

"۱۴ شیجران روڈ۔ یہیں ان کی رہائش ہے۔ اور یہیں کلینک ہے۔"

★

"ڈاکٹر توفیق پاشا؟" محمود نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"جی فرمایئے۔ کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ ویسے میں ایک نظر دیکھ کر ہی بتا سکتا ہوں کہ آپ تینوں میں سے کوئی ذرا سا بھی بیمار نہیں ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے مسکرا کر کہا۔

"یہ تو آپ نے ٹھیک کہا۔ نون فیملی کے ڈاکٹر آپ ہی ہیں؟" فاروق بولا۔

"نون فیملی۔ میں سمجھا نہیں۔ اس نام کی کسی فیملی کا میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔" انھوں نے کہا۔

"ارمان بخاری نوٹنگو کے ڈاکٹر بھی نہیں رہے آپ؟" محمود نے فاروق کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں۔ کیوں نہیں۔ تو آپ ان کی بات کر رہے ہیں، لیکن وہ نون فیملی تو نہیں کہلاتے۔"

"صرف کہلوانے سے ہی تو کچھ نہیں بنتا۔ اب دیکھیے نا۔ ارمان بخاری میں بھی نون موجود ہے۔ اب ان کی اولاد کے نام سنیے۔ ویسے تو آپ کو معلوم ہی ہوں گے۔ سلمان بخاری، فرحان بخاری، ریحان بخاری، نورین فیملی۔ یہ نون فیملی بنی یا نہیں۔"

"اوہ واقعی۔" ڈاکٹر نے ہنس کر کہا، پھر بولے:

"بہت خوش مزاج واقع ہوئے ہیں آپ۔"

"جی کچھ زیادہ ہی۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"ہاں تو کیا بات ہے؟"

"ایک سال پہلے۔ جب ارمان بخاری کی موت واقع ہوئی تھی۔ تو آپ نے ان کا طبی معائنہ کیا تھا۔ یہ ٹھیک ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔ تو پھر؟"

"کک۔ کیا وہ واقعی مر گئے تھے؟" فاروق بولا۔

"کیا مطلب۔ کیا کچھ لوگ جھوٹ موٹ بھی مر جاتے ہیں؟" ڈاکٹر توفیق نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"میرا مطلب ہے۔ آپ نے کیا بات معلوم کی تھی۔ ان

کی مَوت کس طرح واقع ہوئی تھی۔"

"اُن کے دل کی حرکت رُک گئی تھی۔"

"کیا وُہ دِل کے مریض تھے۔ اور آپ کے زیرِ علاج تھے؟"

"ہاں! بہت عرصے سے انہیں دِل کی تکلیف تھی۔ دو بار دورہ بھی پڑ چُکا تھا۔ اس رات تیسری مرتبہ دورہ پڑا، لیکن وُہ اپنی اولاد کو جگا نہ سکے۔ صبح وُہ انھیں مُردہ ہی ملے۔"

"شکریہ جناب۔ اب ہم اجازت چاہیں گے۔" محمُود نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن بات کیا ہے۔ اب ارمان بخاری صاحب کی مَوت کے بارے میں پُوچھ گُچھ کیوں کی جا رہی ہے۔"

"کوئی صاحب مسٹر ارمان بخاری کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا کہا۔" ڈاکٹر صاحب چلّائے۔

"یہ اشتہار ملاحظہ فرمایئے۔" محمود نے ان کے آگے بھی اخبار کر دیا۔

اشتہار پڑھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں:

"یہ۔ یہ کیا بات ہوئی؟"

"بات تو جناب۔ اشتہار دینے والا ہی بتا سکتا ہے۔ اور یہ ہم جانتے نہیں کہ وُہ کون ہے۔" فارُوق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"عجیب بات ہے۔ آخر کسی کو ایسا اشتہار دینے کی کیا ضرُورت تھی؟"

"کاش! ہم جانتے۔ آپ کو بھی ضرور بتا دیتے۔"

"اور مَیں آپ سے پُوچھ بھی نہیں رہا۔ سمجھے۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

"بہت بہتر! بہت بہت شکریہ۔" محمود بولا۔

وُہ اُٹھ کر باہر نکل آئے۔

"اب کیا کریں؟"

"کرنے کے لیے اس کیس میں رکھا ہی کیا ہے۔ آؤ گھر چلیں۔" فارُوق نے فوراً کہا۔

"لیکن اگر۔ اس نامعلوم شخص نے آج شام سات بجے اس بے چارے کو قتل کر دیا تو ہمیں بہت افسوس ہوگا۔" فرزانہ نے پریشان آواز میں کہا۔

"لیکن کس بے چارے کو؟" محمود نے اسے گھورا۔

"ارمان بخاری کو۔"

"وُہ تو ایک سال پہلے مر چُکا ہے۔"

"فرض کر لینے میں کیا حرج ہے۔ کہ ارمان بخاری صاحب نہیں مرے تھے۔"

"نہیں مرے تھے۔ کیا مطلب۔ یہ کیا بات ہوئی۔"

" ہاں ! ہم فرض کر لیتے ہیں کہ بخاری صاحب نہیں مرے
تھے ۔ اور یہ راز کوئی شخص جانتا ہے ۔ لہٰذا اُس نے اخبار
کے ذریعے ان لوگوں کو دھمکی دی ہے ۔ خفیہ دھمکی ۔"
" فرزانہ ۔ تم بہت عجیب بات کر رہی ہو۔"
" لیکن ۔ یہ بات ہو سکتی ہے۔" فرزانہ نے پُرزور لہجے میں کہا۔
" اور ایک سال پہلے ۔ پھر کون مرا تھا ۔ ارمان بخاری کہاں ہے"
" یہی تو ہمیں پتا چلانا ہے۔" فرزانہ مُسکرائی ۔
" پھر اب کیا کریں ؟" محمود بے چین ہو کر بولا۔
" آؤ ۔ میرے ساتھ ۔"
فرزانہ نے کہا اور کار کی طرف بڑھ گئی ۔۔۔

گہرا راز

" فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" اخبار کے ایڈیٹر نے
ان کے کارڈوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
" آپ کے آج کے اخبار میں ایک اشتہار شائع ہوا ہے ۔
ہم اس اشتہار کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں۔"
" آپ کا اشارہ کون سے اشتہار کی طرف ہے ؟" ایڈیٹر نے پوچھا۔
" جی ۔ اس کی طرف ۔" محمود نے اخبار اس کی طرف کر دیا اور
اشتہار پر اُنگلی رکھ دی ۔
" ہوں ! کیا بات کرنا چاہتے ہیں ؟" پڑھ لینے کے بعد اس
نے کہا ۔
" یہ اشتہار دینے کون شخص آیا تھا ؟ اس کا کیا نام تھا ؟
کیا حلیہ تھا ؟"
" یہ تو آرڈر نوٹ کرنے والا کلرک بتا سکتا ہے ۔"
" انھیں یہیں بلا لیں ۔" محمود نے کہا۔

" اچھی بات ہے۔" اُس نے کہا اور گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔
ایک منٹ بعد کلرک اُن کے سامنے بیٹھا تھا:
" یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔ انسپکٹر جمشید صاحب کے بچے۔"
" اِن سے کون واقف نہ ہوگا سر۔" کلرک بولا۔
" شکریہ۔ یہ اشتہار آپ نے وصول کیا تھا؟" محمود نے جلدی سے کہا۔
" جی۔ جی ہاں!" اُس نے اشتہار پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
" اشتہار لانے والے کا نام پتا اور حلیہ بتا سکتے ہیں؟"
" صرف حلیہ بتا سکتا ہوں۔ اشتہار لانے والے کا نام پتا نوٹ کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہوتی۔"
" چلیے حلیہ ہی بتا دیں۔" محمود نے کہا اور نوٹ بک سنبھال لی۔
" اُس کا رنگ کالا تھا۔ چہرہ بھدا سا تھا۔ جسم بھاری بھرکم تھا۔ قریباً حبشی لگتا تھا، لیکن حبشی تھا نہیں۔"
" ہوں۔ شکریہ۔ اور کوئی بات جو آپ بتا سکیں۔"
" اُس کی آنکھیں بہت چھوٹی چھوٹی تھیں۔ اور بالکل سیاہ تھیں۔"
" اور کوئی بات؟"
" کیا یہ حلیہ کافی نہیں ہے۔" اُس نے منہ بنا کر کہا۔
" ہاں! کافی تو ہے۔ خیر بہت بہت شکریہ۔"

" یہ اشتہار ہمیں بھی بہت عجیب لگا تھا۔ اسی لیے اس کا حلیہ یاد رہ گیا۔ ورنہ نہ جانے کتنے لوگ اشتہار لے کر آتے ہیں۔ کس کس کا حلیہ آدمی یاد رکھ سکتا ہے۔"
" ہاں! آپ نے ٹھیک کہا۔ آؤ بھئی چلیں۔" محمود نے اُٹھتے ہوئے کہا۔
" آپ نے یہ نہیں بتایا کہ معاملہ کیا ہے؟"
" اس اشتہار میں ایک دعویٰ کیا گیا ہے۔ یہ کہ آج شام وہ ارمان بخاری کو قتل کر دے گا اور کوئی بھی اسے نہیں بچا سکے گا۔ لیکن مسٹر ارمان بخاری ایک سال پہلے فوت ہو چکے ہیں۔"
" کیا مطلب؟" ایڈیٹر زور سے چونکا۔
" جی! مطلب یہ کہ جب ایک شخص مر جاتا ہے تو پھر کوئی شخص اسے قتل نہیں کر سکتا۔ لیکن ہونے والے قاتل صاحب کہتے ہیں۔ قتل کر کے رہوں گا۔" فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔
" پھر آپ کیوں پریشان ہیں؟"
" ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ایک مُردہ شخص کو وہ کس طرح قتل کر سکتا ہے۔ اور اسے فائدہ کیا ہوگا۔"
" پتا نہیں کیا چکر ہے۔" ایڈیٹر نے بھنا کر کہا۔

اور وہ باہر نکل آئے۔ دوسرے اخبارات سے بھی یہ حلیہ معلوم ہوا، گویا اشتہار ایک ہی آدمی نے دیا تھا۔ اب وہ دفتر پہنچے۔ اکرام انہیں دیکھ کر کھل اٹھا:

"ضرور کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ اور انسپکٹر صاحب سرکاری میٹنگ میں گئے ہوئے ہیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ آج کل کسی نجومی کی صحبت میں تو نہیں رہنے لگے۔" فاروق مسکرایا۔

"انسپکٹر صاحب بھی کسی نجومی سے کم تو نہیں۔" اکرام نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"ہمیں ایک شخص کی تلاش ہے۔ ٹھہریے۔ پہلے ساری بات بتا دیں۔"

محمود نے یہ کہہ کر پہلے تو اشتہار اس کے سامنے کر دیا۔ اسے دیکھتے ہی اکرام نے کہا:

"یہ میں دیکھ چکا ہوں۔"

"پھر آپ نے کیا اندازہ لگایا تھا پڑھ کر۔"

"یہی کہ اگر آپ لوگوں نے اس اشتہار کو پڑھ لیا تو اس معاملے میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہیں گے۔" اکرام بولا۔

"یہ اندازہ تو آپ کا ہمارے بارے میں ہے۔ ہم تو

اشتہار کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔"

"اشتہار عجیب ضرور ہے، لیکن اس کی مختلف وضاحتیں ہو سکتی ہیں۔" اکرام نے کہا۔

"لیکن انکل۔ آپ اس صورت میں کیا رائے قائم کریں گے جب ارمان بخاری ایک سال پہلے مر چکا ہے۔"

"ہائیں۔ کیا مطلب؟"

"جی ہاں! اب سنیے۔ اشتہار دینے والے کا حلیہ۔" محمود نے کہا اور حلیہ دہرانے کے بعد بولا:

"کیا آپ کی یادداشت کے ریکارڈ میں اس حلیے کا کوئی آدمی موجود ہے؟"

اکرام چند لمحے تک خیالات میں گم رہا، پھر اس نے کہا:

"نہیں۔ یہ شخص کم از کم عادی مجرم تو نہیں ہے۔"

"ہوں! تب تو ہمیں دانتوں پسینہ آجائے گا۔" فرزانہ بولی۔

"اتنی تو گرمی نہیں پڑ رہی۔" اکرام حیران ہو کر بولا۔

"یہ پسینہ با محاورہ ہے انکل۔" فاروق بولا۔

"اوہ سمجھا۔ پھر اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"تفتیش کے لیے ہمارے پاس کوئی راستا نہیں۔ لہٰذا ہم صبر شکر کر کے سات بجنے کا انتظار کریں گے۔"

"سات بجنے کا انتظار۔ گویا قاتل کو موقع دیا جائے گا

کہ جو کرنا ہے، کر لو۔ ہمارا کام بعد میں شروع ہوگا۔" اکرام نے منہ بنا کر کہا۔

"تب پھر۔ آپ ہی بتائیں انکل۔ ہم کیا کریں؟"

"ایک سال پہلے۔ کے حالات اور واقعات کی چھان بین کیوں نہیں کرتے۔"

"اوہ ہاں! کچھ نہ کرنے سے کرنا بہتر ہے۔ شکریہ انکل۔ ہم چل دیے۔" محمود نے فوراً کہا۔

★

"آپ کی یادداشت کیسی ہے۔ بڑے میاں؟" فاروق نے سامنے بیٹھے ہوئے بوڑھے سے کہا۔

"بہت اچھی۔ اپنے بچپن کی باتیں میں اب تک بتا سکتا ہوں۔"

"یہ کوئی خاص بات نہیں۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب۔ خاص بات کیوں نہیں۔" بوڑھے نے برا مان کر کہا۔

"پرسوں دوپہر کو آپ نے کیا کھایا تھا؟"

"مم۔ میں نے۔ پرسوں دوپہر۔ وہ تو اب یاد نہیں۔"

"پھر آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ یادداشت بہت اچھی ہے۔

اپنے بچپن کی باتیں تو ہر کوئی بتا دیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ واقعات ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں۔ خیر۔ ایک سال پہلے ایک دولت مند آدمی مرا تھا۔ اس کی لاش کو غسل آپ نے دیا تھا۔ اب میں اس کا نام لینے لگا ہوں۔" یہ کہہ کر محمود رک گیا۔

بوڑھے کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔ آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔ اسی وقت محمود نے کہا:

"دولت مند آدمی کا نام ارمان بخاری نوٹنگو تھا۔"

"اوہ۔ ہاں! مجھے یاد ہے۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"کیا آپ نے اس سے پہلے بھی ارمان بخاری کو دیکھا ہوا تھا؟"

"جی نہیں۔ اسی روز جانے کا اتفاق ہوا تھا۔"

"گویا آپ یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آپ نے کس شخص کو نہلایا تھا؟"

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔

"مطلب یہ کہ آپ کو نہیں معلوم کہ آپ نے ارمان بخاری کے مردے کو نہلایا تھا یا کسی اور شخص کے مردے کو۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ مجھے تو ارمان بخاری کے مردے کو ہی نہلانے کے لیے بلایا گیا تھا۔" بوڑھے نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں ! ہم سمجھتے ہیں۔ آپ کیا کہ رہے ہیں، لیکن فرض کر لیں۔ آپ کے سامنے کسی اور مُردے کو لٹا دیا گیا ہو۔۔ اور چوں کہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ ارمان بخاری کا حلیہ کیا تھا، لہٰذا آپ نے یہی خیال کر لیا کہ آپ ارمان بخاری کو نہلا رہے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"صاف ظاہر ہے ۔ تت تو ۔ تو کیا جس کو میں نے نہلایا تھا، وہ ارمان بخاری نہیں تھا۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"پتا نہیں، ابھی تو ہم بھی کچھ نہیں کہ سکتے ۔ یہ بات تو طے ہے نا کہ آپ نے کسی مُردہ انسان کو نہلایا تھا۔"

"ہاں ! اور کیا ۔ بالکل۔" اس نے کہا۔

"شکریہ بڑے میاں ۔ یہی کافی ہے ۔ آؤ بھئی چلیں۔"

اب وہ قبرستان پہنچے ۔ فرزانہ کو باہر ہی چھوڑ دیا گیا۔ ایک گورکن نے انھیں گھور کر دیکھا :

"کوئی قبر تیار کروانی ہے صاحب ؟"

"ابھی تو نہیں ۔ لیکن موت تو آ کر رہے گی۔" فاروق نے کہا۔

"تو پھر ۔ کسی قبر کی درستگی کے لیے آئے ہیں ؟" گورکن نے پوچھا۔

"آپ کو ارمان بخاری نوٹنگو کی قبر تو معلوم ہو گی۔" محمود

نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں ۔ تو آپ ارمان بخاری کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لیے آئے ہیں۔ آئیے میں لے چلوں آپ کو۔"

"بہت بہت شکریہ۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"مسٹر ارمان بخاری نے ایک سال پہلے وفات پائی تھی ۔ آپ کو تو یاد ہو گا۔"

"بالکل یاد ہے۔"

"ان کی قبر بھی آپ نے تیار کی تھی ؟"

"میں نے اور میرے دو ساتھیوں نے۔"

"مرنے سے پہلے ارمان بخاری نوٹنگو کا چہرہ دکھایا گیا تھا یا نہیں ؟"

"یہ بات تو یاد نہیں ۔ کیوں ؟"

"آپ نے دیکھا تھا ان کا چہرہ ؟"

"نہیں ۔ ہم تو قبر تیار کرنے میں لگے تھے۔" اس نے بتایا۔

"بہرحال ۔ کوئی مُردہ دفن ضرور کیا گیا تھا ؟"

"تو کیا ۔ لوگ یہاں جھوٹ موٹ کا جنازہ لے کر آتے ہیں۔" اس نے بُرا مان کر کہا۔

"آتے تو نہیں ۔ لیکن آ ضرور سکتے ہیں ۔ اس دنیا میں کیا

نہیں ہو سکتا۔"

"پتا نہیں ۔ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔"

"چلیے ۔ ہمیں ارمان بخاری کی قبر پر لے چلیے۔"

قبر پر انھوں نے فاتحہ پڑھی ۔ گورکن کو چند روپے دیے اور قبرستان سے باہر نکل آئے ۔ فرزانہ کار میں انتظار کر رہی تھی :

"کیا رہا ؟"

"مُردے کو دفن کیا گیا تھا ۔ یہ معلوم نہیں ۔ وہ مُردہ ارمان بخاری کا ہی تھا یا کسی اور کا۔"

"ہوں ! اس کا مطلب ہے ۔ ہمیں سات بجے تک انتظار کرنا ہو گا۔"

"سات بجے تو قاتل اپنا کام کر چکا ہو گا۔"

"لیکن کیسے ۔ ارمان بخاری کو نہلایا بھی گیا اور دفنایا بھی گیا ۔ ان حالات میں یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ آج شام سات بجے تک اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

"اشتہار دینے والا پاگل نہیں ہے ۔ اس معاملے کی تہ میں ضرور کوئی گہرا راز ہے۔" محمود نے کہا۔

"راز معلوم کرنا تو ہماری گھٹی میں پڑا ہے جیسے۔" فاروق نے منہ بنایا ۔

"کیا ۔ ارمان بخاری نوٹنگو نام کا کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا؟"

"بہت مشکل ہے ۔ اگر ہوتا تو ضرور اب تک کسی پولیس اسٹیشن کو رپورٹ کر چکا ہوتا۔"

"ہم نے بلاوجہ ہی یہ اُلجھن مول لے لی ۔ چھٹی کا دن ضائع کر دیا ۔ یہ کسی کا مذاق بھی ہو سکتا ہے۔"

"لیکن آج یکم اپریل نہیں ہے۔"

"اور لوگ صرف یکم اپریل کو ہی مذاق نہیں کرتے ۔ اور دنوں میں بھی مذاق کرتے رہتے ہیں۔"

"کیا تم اب یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کر رہے ہو کہ یہ کسی کا مذاق ہے۔" محمود نے اُسے گھورا۔

"ہاں !" اُس نے فوراً کہا ۔

"لیکن ذرا سوچو ۔ اس نے اس مذاق کے لیے کتنے پیسے خرچ کیے ہیں ۔ آج کل اخبارات میں اتنا اشتہار چھپوانے میں بھی کئی ہزار روپے خرچ آ جاتے ہیں ۔ نہیں بھئی ۔ یہ بات حلق سے نہیں اُترتی۔"

"یوں تو اِس معاملے میں کوئی بات بھی حلق سے نہیں اُتر رہی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"فرزانہ ۔ کچھ تم ہی کہو ۔ کیا کریں ؟"

"کرنے کو تو اِس کیس میں بہت کچھ ہے ۔ تم تو یونہی

پریشان ہو رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"چلو۔ بتاتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ایک بار پھر ارمان بخاری کی کوٹھی کے دروازے پر دستک دے رہے تھے۔ جونہی جالینوس نے دروازہ کھولا۔ انہیں ایک جھٹکا سا لگا۔

یہ وہی ہے

"خ۔ خیر تو ہے جناب۔ آپ مجھے دیکھ کر چونک کیوں گئے؟"

"چونکنا ہماری عادت ہے۔ یا یوں کہ لیں کہ چونکنے کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"پتا نہیں۔ کیا باتیں کر رہے ہیں۔"

"نون برادرز گھر میں ہیں؟" فاروق نے جیسے اس کا جملہ سنا ہی نہیں۔

"گک۔ کون؟"

"نون برادرز۔ یعنی سلمان، ریحان، فرحان۔"

"اوہ ہاں۔ وہ گھر میں ہی ہیں۔ بلکہ نورین صاحبہ بھی ہیں۔"

"شکریہ۔ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"تھوڑی دیر پہلے ہی تو آپ مل کر گئے ہیں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تو کیا ہوا۔ ہمیں تو یہاں پتا نہیں ابھی کتنی مرتبہ آنا پڑے۔"

"ہوں! میں انھیں بتاتا ہوں۔" اس نے کہا اور انھیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ پھر اطلاع دینے چلا گیا۔

"یہ۔ یہ تو بالکل حبشی لگتا ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اور ہر اخبار والے نے یہی بتایا ہے کہ اشتہار دینے والا حبشی شکل صورت کا تھا۔"

اسی وقت قدموں کی چاپ سنائی دی اور چاروں بھائی بہن اندر داخل ہوئے:

"آپ لوگ پھر آ گئے؟"

"جی ہاں! کیا کیا جائے۔ اب دیکھیے نا جناب، اگر آج شام سات بجے مسٹر ارمان بخاری صاحب کو ہلاک کر دیا گیا تو یہ بھی تو کوئی اچھی بات نہیں ہوگی۔"

"لیکن۔ وہ کس طرح ہلاک کیے جا سکتے ہیں۔ جب کہ پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں۔" فرحان نے چلّا کر کہا۔

"کیا میں ایک فون کر سکتا ہوں؟" محمود نے پوچھا۔

"دس فون کیجیے۔ یہ آپ نے کیا بات پوچھی۔"

"اجازت لینا اخلاقی فرض ہے۔" اس نے کہا اور کسی کے نمبر ڈائل کیے، پھر بولا:

"ہاں دیکھیے۔ تھوڑی دیر پہلے ہم آپ کے پاس آئے تھے، جی ہاں۔ اسی اشتہار کے سلسلے میں۔ ذرا اپنے کلرک کو ارمان بخاری

صاحب کے ہاں بھیج دیں۔ تھوڑی دیر کے لیے۔ بہت اہم معاملہ ہے۔ بہت بہت شکریہ۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"یہ۔ یہ آپ نے کس کو بلایا ہے؟" ریحان نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ آپ نے سات بجے کے لیے کیا حفاظتی انتظامات کیے ہیں؟"

"بھلا ہمیں حفاظتی انتظامات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" سلمان نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہمارے خیال میں بہت ضرورت ہے۔ بلکہ آپ پولیس کو فون کر دیں۔"

"اور ان سے کہیں کیا۔ یہ کہ ہمارے مرحوم والد صاحب کو کوئی قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔" فرحان نے جھلّا کر کہا۔

"فرض کر لیں۔ اُن کا ایک دشمن تھا۔ وہ دو سال پہلے ملک سے باہر چلا گیا تھا۔ اب وہ آیا ہے۔ اور انتقام کا جذبہ اب اس کے سینے میں موجیں مار رہا ہے۔ لہٰذا اس نے یہ معلوم کیے بغیر کہ ارمان بخاری صاحب زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔ اخبار میں اشتہار دے دیا۔ اس کا مطلب ہے۔ وہ شام کو سات بجے یہاں آئے گا بھی۔"

"تو کیا ہوا۔ یہاں والد گرامی ہوں گے ہی نہیں۔"

"ارے تو آپ تو ہوں گے ۔ وہ غصّے میں آکر آپ پر بھی تو حملہ آور ہو سکتا ہے۔" محمود نے جل کر کہا۔

"اوف ۔" ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"اب کیا ہوا؟" فاروق مسکرایا۔

"اس پہلو کی طرف تو ہماری توجہ گئی ہی نہیں تھی۔"

"ان پہلوؤں میں بس یہی خرابی ہے ۔ کسی کی ان کی طرف توجہ نہیں جاتی۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"پھر خرابی پہلوؤں میں کب ہوئی ۔ یہ تو توجہ میں ہو گئی۔" فرزانہ مسکرائی ۔

"میری ٹانگ لینے کی کوشش نہ کرنا ۔ ہاں۔" فاروق اس کی طرف اُلٹ پڑا ۔

"مجھے ضرورت بھی نہیں ۔ میرے لیے دو ہی کافی ہیں۔" فرزانہ بولی ۔

"یہ آپ کس قسم کی باتیں کرنے لگے۔" نورین نے گھبرا کر کہا۔

"جب بہن بھائیوں میں محبت زیادہ ہو تو وہ اس قسم کی نوک جھوک بھی کیا کرتے ہیں ۔ ارے ہاں ۔ بھئی فاروق ۔ تم ذرا باہر کھڑے ہو جاؤ ۔ اور جو صاحب آئیں ۔ انھیں اندر لے آؤ۔"

"اچھا ؟" اس نے غرّا کر کہا اور باہر نکل گیا ۔

"آپ دن رات لڑتے ہی تو نہیں رہتے ؟"

"رات کو تو خیر ہم آرام کرتے ہیں ۔ رہی دن کی بات ، دن تو ہوتا ہی ہے کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے۔" محمود نے کہا اور پھر فاروق اخبار کے کلرک کو لے کر اندر داخل ہوا :

"ہم نے آپ کو زحمت دی۔" محمود بولا۔

"کوئی بات نہیں جناب ۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"یہ اشتہار جس شخص نے دیا تھا ۔ اگر وہ آپ کے سامنے لایا جائے ۔ تو کیا آپ اس کو پہچان لیں گے ؟"

"کیوں نہیں پہچانوں گا بھلا۔"

"شکریہ ۔ مسٹر ریحان ۔ ذرا مسٹر جالینوس کو بلائیے۔"

"کیا کہا ۔ جالینوس ۔" اخبار والا حیران ہو کر بولا۔

"صرف جالینوس کہا ہے ۔ حکیم جالینوس نہیں ۔ اس لیے آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"جالینوس ۔ تم کہاں ہو ۔ ذرا اِدھر آؤ۔"

"آیا جناب ۔" کہیں دور سے جالینوس کی آواز سنائی دی ۔ اور پھر قدموں کی آواز اُبھری ۔ دوسرے ہی لمحے جالینوس اندر داخل ہوا ۔

"یہ ۔ یہ وہی ہے۔" کلرک چلّایا۔

"کیا مطلب ؟" جالینوس زور سے چونکا ۔

ادھر نون فیصلی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ انھیں حیران دیکھ کر وُہ بھی حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے :

"آپ کس بات پر حیران ہوئے ؟"

"ان صاحب نے ہمارے مُلازم کے بارے میں جو یہ کہا ہے۔ یہ وُہی ہے۔ ہم اس پر حیران ہیں۔ آخر یہ چکر کیا ہے ؟"

"اخبار میں اشتہار دینے کے لیے جو آدمی اخبارات کے دفاتر میں گیا۔ ہم نے ان حضرات سے اس کا حلیہ پُوچھا تھا۔ ان لوگوں نے جو حلیہ بتایا۔ وُہ بالکل جالینوس جیسا تھا۔ ہم نے مناسب خیال کیا کہ ان سے جالینوس کی شناخت کرا لی جائے۔ مطلب یہ کہ یہ اشتہار خود آپ کے مُلازم نے اخبارات میں دیا ہے۔"

"نن۔ نہیں !!!" وُہ ایک ساتھ چلائے۔

اُن کے مُنہ کھُلے کے کھُلے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

ادھر انھوں نے جالینوس کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ پُرسکون تھا۔ گھبراہٹ یا پریشانی کے دُور دُور تک آثار نہیں تھے۔

یہ دیکھ کر اُنھیں اور بھی حیرت ہوئی، اُن کا تو خیال تھا کہ وُہ بُری طرح بوکھلا جائے گا۔

"جالینوس۔ تم پر ایک عدد الزام لگایا گیا ہے۔ جواب میں تم کیا کہتے ہو ؟"

"یہ کہ۔ اِن صاحب کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔ مَیں تو دِن رات یہاں رہتا ہُوں۔ اس بات کی گواہی تو آپ بھی دیں گے۔"

"اوہ ہاں! یہ تو خیر بالکل ٹھیک ہے۔"

"لہٰذا اِن صاحب نے پہچاننے میں غلطی کی ہے۔"

"نہیں۔ وُہ آپ ہی تھے۔ جو اشتہار دینے آئے تھے۔"

"مَیں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ اخبارات کے دفاتر کہاں کہاں ہیں۔ اور پھر مجھے یہ اشتہار دینے کی ضرورت کیا تھی۔ یہ بھی تو سوچیے۔"

"ہاں! ہم سوچ رہے ہیں۔ فکر نہ کریں۔" فاروق بولا۔

"اب تو ہمیں دُوسرے کلرک صاحبان کو بھی بلانا ہوگا۔ ذرا دیکھیں تو سہی۔ وُہ انھیں دیکھ کر کیا کہتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"ضرور۔ کیوں نہیں۔ ہو سکتا ہے، وُہ بھی مجھے وُہی آدمی خیال کریں۔ لیکن اس کے باوجود مَیں وُہ نہیں ہُوں جس نے اشتہارات اخبارات کے دفاتر تک پہنچائے ہیں۔"

"جب کئی آدمی گواہی دیں گے تو آپ کے بیان کی کوئی

اہمیت نہیں رہ جائے گی۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"میں — میں کیا کر سکتا ہوں۔" —

محمود نے دوسرے کلرک صاحبان کو فون کیا۔ آدھ گھنٹے تک وہ بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے جوں ہی جالینوس کو دیکھا، پکار اُٹھے:

"یہی ہیں وہ صاحب — جو اشتہار دینے آئے تھے۔"

"اب — مسٹر جالینوس۔" فاروق بولا۔

"میرا جواب وہی ہے۔" اس نے کندھے اُچکائے۔

"اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟" محمود نون فیملی کی طرف مڑا۔

"ہم حیران ہیں — پریشان ہیں کر ہی کیا سکتے ہیں۔"

"آپ لوگ کچھ کریں یا نہ کریں — سات بجے کا خیال ضرور کریں۔" فاروق مسکرایا۔

"آخر سات بجے کیا ہوگا — جب کہ یہاں اصل چیز ہی نہیں ہے۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے — ارمان بخاری نونگو صاحب کو قتل کر دیا جائے گا۔" محمود نے کہا۔

"کیا بات کرتے ہیں۔" ریحان نے بھنا کر کہا۔

"آپ نہیں مانتے — نہ مانیں — لیکن سات بجے کے بعد آپ ضرور مان جائیں گے۔" فاروق بولا۔

"آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔"

"ہم خود ڈرے ہوئے ہیں — مسٹر جالینوس۔ آپ کو تو کچھ نہیں کہنا ہم سے۔"

"صرف اور صرف یہ کہ وہ اشتہار میں نے نہیں دیا۔"

"تب پھر اس شہر میں کوئی ایسا شخص ہے — جس کی شکل صورت بالکل آپ سے ملتی جلتی ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اللہ آپ کا بھلا کرے — ضرور یہی بات ہے۔" جالینوس نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن یہ بات اسی وقت درست سمجھی جائے گی — جب ہم اس کو دیکھ لیں۔" فاروق جلدی سے بولا۔

"میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے۔" اچانک فرزانہ نے چٹکی بجا کر کہا —

"میرا تو خیال تھا — اس کیس میں تمہاری سمجھ میں کوئی بات نہیں آئے گی۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی —

"سن تو لو پہلے۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"لیکن شرط یہ ہے کہ بات کام کی ہو۔" محمود نے کہا۔

"اللہ کو ہی معلوم ہے — ہاں تو بات یہ ہے کہ جو شخص بھی اخبارات کے دفتر اشتہار لے کر گیا — اشتہار ہاتھ سے لکھ کر لے گیا ہوگا۔"

"اوہ!" محمود اور فاروق کے منہ سے نکلا۔ اس پہلو کو وہ نظر انداز کر گئے تھے۔

"ہم اگر وہ چٹیں اخبارات کے دفتر سے حاصل کر لیں تو اس کے ہاتھ کی تحریر ہمیں مل جائے گی اور اس طرح ہم ایک قدم آگے بڑھ سکیں گے۔"

"بہت خوب فرزانہ۔ تمہیں ماننا ہی پڑتا ہے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"لل۔ لیکن کیا؟" فاروق نے فوراً کہا۔

"یہ کہ۔ یہ ہم سے ذہانت میں بہت آگے ہے۔"

"ہو گی تم سے۔ میری بات نہ کرو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

اور نون فیملی مسکرا دی۔ ان حالات میں اُن کا مسکرانا انھیں بہت عجیب لگا۔

"کیا خیال ہے جناب۔ آپ کے دفتر سے وہ چٹ مل جائے گی؟"

"بالکل۔ ہم ہر چیز کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ کل کو کوئی کہنے لگے۔ اس نے تو ان الفاظ کا اشتہار نہیں دیا تھا۔" کلرک بولا۔

"تو پھر چلیے۔"

وہ اس کے ساتھ اخبار کے دفتر میں آئے۔ اشتہار کے الفاظ والی چٹ جلدی ہی مل گئی۔ انھوں نے دوسرے دفتروں سے بھی چٹیں حاصل کر لیں۔ ہر چٹ پر ایک ہی ہاتھ سے تحریر لکھی گئی تھی۔ اب وہ پھر نون فیملی کے پاس آئے:

"مہربانی فرما کر اپنے اپنے ہاتھ سے کچھ الفاظ لکھ کر دے دیں۔ مسٹر جالینوس۔ آپ بھی۔"

"کیا مطلب۔ اس کی کیا ضرورت؟" وہ چونکے۔

"ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ میں سے تو کسی نے یہ اشتہار اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا۔"

"پتا نہیں آپ کے ذہنوں میں کیا ہے۔ بھلا ہم کیوں لکھنے لگے ایسا اشتہار۔ کوئی تک بھی ہے۔"

"تک ہے یا نہیں۔ بس آپ لکھ دیں۔"

بھنائے ہوئے انداز میں انھوں نے کچھ الفاظ لکھ دیے۔

"اپنی اپنی چٹ پر اپنا اپنا نام بھی لکھ دیں۔" محمود نے کہا۔

انھوں نے نام بھی لکھ دیے۔ جالینوس نے بھی چٹ لکھی تھی۔ محمود نے چٹیں جیب میں رکھ لیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ تحریر کے ماہر کے پاس بیٹھے تھے۔

"اس چٹ سے ان چٹوں کو ملا کر دیکھنا ہے۔"

"اچھا۔" انھوں نے کہا اور تحریروں کی چھان پھٹک میں مصروف ہو گئے، تھوڑی دیر بعد انھوں نے کہا:

"نہیں بھئی۔ ان میں سے تو کوئی اس چٹ سے نہیں ملتی۔"

"دھت تیرے کی۔ یہ کیا ہوا۔" محمود نے جھلّا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" ماہر نے چونک کر کہا۔

"ہمارا خیال تھا۔ کم از کم ایک چٹ ضرور اس چٹ سے مل جائے گی۔"

"کون سی چٹ؟" ماہر بولے۔

محمود نے جالینوس والی چٹ نکال کر ان کے سامنے کر دی۔ انھوں نے ایک بار پھر دونوں چٹوں کا بغور جائزہ لیا، پھر نفی میں سر ہلا کر بولے:

"نہیں بھئی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"شکریہ جناب۔" اور وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"میرا خیال ہے۔ ہم اِس کیس میں بُری طرح ناکام ہو چکے ہیں، لہٰذا ہمیں اب گھر چلنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے، ابّا جان آ گئے ہوں، ہم تمام حالات انھیں سُنائیں گے۔ شاید ان کے ذہن میں کوئی بات آ جائے۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

وہ گھر پہنچے۔ وہاں انسپکٹر جمشید موجود تھے۔ انھیں دیکھتے ہی مُسکرا دیے:

"تو بالکل ناکام لوٹ آئے ہو۔"

"آپ کا اندازہ بالکل درست ہے ابّا جان۔" محمود نے کہا۔

"معاملہ کیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔"

اُنھوں نے پُوری تفصیل سُنا دی۔

"ہُوں! اور تم نے نون فیملی سے یہ نہیں پوچھا کہ ارمان بخاری نے وصیت کیا کی تھی؟"

"بے شک ہم نے یہ سوال نہیں پُوچھا۔ لیکن اس کی تو ضرورت بھی نہیں تھی۔"

"میرے خیال میں پُوچھ لینا چاہیے۔" وہ مُسکرائے۔

محمود نے نون فیملی کے نمبر گھمائے:

"ہیلو ریحان بخاری بول رہا ہُوں۔" دُوسری طرف سے کہا گیا۔

"اور میں محمود ہوں۔ معاف کیجیے گا۔ ایک بار پھر آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ مرحوم ارمان بخاری نے وصیت کیا چھوڑی تھی؟"

"کیوں۔ اس کی کیا ضرورت پڑ گئی؟" دُوسری طرف سے حیرت زدہ انداز میں پُوچھا گیا۔

"بس۔ آپ بتا دیں۔"

"انھوں نے اپنی وصیت مرنے سے بہت پہلے لکھوا دی تھی۔ ہر چیز کے سات حصّے کیے جائیں گے۔ ہم تینوں بھائیوں کو دو دو حصّے اور نورین کو ایک حصّہ ملے گا۔ یہ تو تھی وصیت کی بات، لیکن، ہم چُوں کہ ابھی تک اکٹھے رہ رہے ہیں۔ اس لیے۔۔

وصیت پر عمل نہیں کیا گیا۔"

"ایک منٹ جناب۔" محمود نے کہا اور ریسیور پر ہاتھ رکھ کر یہ بات اپنے والد کو بتا دی:

"اس سے پوچھو۔ بخاری صاحب سے کسی کو دشمنی تو نہیں تھی۔ کسی کی ذات کو ان کی وجہ سے کوئی نقصان یا صدمہ تو نہیں پہنچا تھا۔"

محمود نے یہ الفاظ فون میں کہے۔

"اپنے ایک دشمن کا قصہ سنایا تو تھا انھوں نے، لیکن وہ لمبا قصہ ہے۔ کیا فون پر سناؤں؟"

"نہیں۔ ہم خود آ جاتے ہیں۔ اگر آپ محسوس نہ کریں۔" محمود نے پُر جوش انداز میں کہا۔

"ضرور آ جائیں۔"

ریسیور رکھ کر محمود نے انھیں یہ بات بھی بتا دی۔

"تب تو وہ مارا۔" فاروق بولا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا آپ بھی چل رہے ہیں ابا جان؟"

"نہیں۔ اس وقت تو تم ہی ہو آؤ۔ پہلے وہ قصہ سن آؤ۔"

وہ پھر گھر سے نکل پڑے:

"معلوم ہوتا ہے۔ یہ کیس چین نہیں لینے دے گا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"کیس بے چارے کی کیا حیثیت ہے۔ ہم ہی چین نہیں لینے دے رہے۔" فاروق مسکرایا۔

"کس کو؟" فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کیس کو۔ اور کس کو۔"

"یار اوٹ پٹانگ نہ ہانکا کرو۔ اب دیکھیں۔ اس قصے سے ہمیں کیا مدد ملتی ہے۔"

نون فیملی ان کا انتظار کر رہی تھی:

"آپ لوگ بھی ہیں عجیب۔" ریحان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"نہ ہمیں سانس لینے دے رہے ہیں، نہ خود سانس لے رہے ہیں۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔ ہم تو سبھی سانس لے رہے ہیں۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اب ہم آپ کو وہ قصہ سنائیں؟" ریحان نے پوچھا۔

"اسی کے لیے تو آئے ہیں۔" محمود بولا۔ اس پر ریحان بخاری کہنے لگا:

"یہ قصہ ابا جان نے ہمیں اپنی وفات سے چند ماہ پہلے سنایا تھا۔ اس روز وہ بہت خوف زدہ نظر آ رہے تھے۔ ہم نے جب خوف کی وجہ معلوم کی تو جواب میں انھوں نے ڈرتے

ڈرے انداز میں کہا :

'آج - آج پندرہ سال بعد میں نے اسے پھر دیکھا ہے۔'

'کسے - آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟' ہم نے پوچھا۔

'وہ - میرا بد ترین دشمن ہے - میں ان دنوں ایک دوست ملک میں رہا کرتا تھا - وہاں میرا ایک دوست بن گیا - وہ کسی تیسرے ملک کا تھا - اس کا نام شولی بنگر تھا - پھر ہم اکٹھے رہنے لگے - میں سیر و سیاحت کا بہت شوقین تھا اور اسی شوق کی وجہ سے ملکوں کی سیر کرتا پھرتا تھا - لیکن وہ ملک مجھے اس قدر پسند آیا کہ میں نے کچھ عرصہ وہاں گزارنے کا فیصلہ کر لیا، اس طرح مجھے وہاں رہنا پڑا - اور شولی بنگر کی دوستی اور دشمنی مول لینا پڑی - میں نے کبھی یہ توجہ نہیں دی تھی کہ شولی کیا کرتا ہے - لیکن ایک رات باتوں باتوں میں میں نے پوچھ لیا - بھئی شولی - تم نے یہ تو آج تک بتایا ہی نہیں کہ کرتے کیا ہو - میرا سوال سن کر اس کے منہ سے ایک جملہ نکل گیا - اور وہ جملہ اس کے منہ سے سوچے سمجھے بغیر ہی نکل گیا تھا - کیوں کہ میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ جملہ کہنے کے فوراً بعد وہ گھبرا گیا تھا - خیر - وہ جملہ یہ تھا - بس دوست مجھ سے یہی سوال نہ کرنا - اس پر میں نے بھی بے ساختہ انداز میں پوچھا - کیوں - ایسی کیا بات ہے - اس وقت وہ بات

گول کر گیا - لیکن میں الجھن میں مبتلا ہو گیا - ایک دن جب وہ گھر سے باہر گیا ہوا تھا - میں نے اس کے سامان کی تلاشی لی - اور اس وقت مجھے یہ خوف ناک بات معلوم ہوئی کہ وہ تو کسی تخریب کار جماعت کا رکن تھا - اس کے سامان میں دستی بم اور اس قسم کی دوسری چیزیں بھی تھیں - ان دنوں اس ملک میں تخریب کار بموں کے دھماکے روزانہ ہی کر رہے تھے اور زور شور سے کر رہے تھے - لہٰذا میں سمجھ گیا کہ یہ بھی ضرور توڑ پھوڑ مچانے والوں کا ساتھی ہے - اس روز کے بعد میں نے اس کی خفیہ نگرانی شروع کر دی - یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا - کہ وہ تخریب کار ہی ہے - اب معاملہ چوں کہ دوست ملک کا تھا - اس لیے میں نے پولیس کو فون کر دیا - پولیس خفیہ انداز میں آئی - اس نے اس عمارت کو گھیرے میں لے لیا اور پھر پولیس کے نوجوان ہمارے کمرے میں آ گھسے - انھوں نے ہم دونوں کو گھیر لیا - پھر نام پوچھے - میں نے اپنا نام بتا دیا - اس پر پولیس آفیسر نے کہا - کہ فون آپ نے کیا تھا - میں نے کہا ہاں - آفیسر نے پوچھا - تخریب کار یہی ہے - میں نے کہا ، ہاں یہی ہے - انھوں نے اس کو گرفتار کر لیا اور تلاشی لینے پر بم اور کاغذات وغیرہ برآمد کر لیے۔ پولیس آفیسر نے میرا شکریہ ادا کیا ، لیکن شولی بنگر نے کہا

جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے قسم کھا کر کہا کہ وہ مجھ سے اس کا انتقام ضرور لے گا — خیر پولیس نے مجھے تسلّی دی کہ اب یہ شخص کبھی بھی جیل سے نہیں نکل سکے گا — اوّل تو اسے پھانسی کی سزا ہو جائے گی — لہٰذا مجھے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں، پولیس اسے لے کر چلی گئی، لیکن دو دن بعد ہی میں نے ریڈیو پر یہ خبر سنی کہ شولی بنگر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے — اب تو میں ڈر گیا — میں نے کسی کو کچھ بتائے بغیر اپنے ملک کی راہ لی — میں نے شولی کو اپنے ملک کا نام ضرور بتا رکھا تھا — لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کس شہر میں اور کہاں رہتا ہوں — لہٰذا مجھے اطمینان تھا کہ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا — اور پھر وقت گزرتا چلا گیا — میں اس کو بھول گیا — لیکن اب پندرہ سال گزرنے کے بعد وہ مجھے پھر نظر آیا ہے — وہ ایک ہوٹل کے ہال میں کھانا کھا رہا تھا — میں بھی وہاں کھانا کھانے گیا تھا، اس ہوٹل کا کھانا مجھے بہت پسند تھا — لیکن جوں ہی میری نظر اس پر پڑی — میں نے اسے پہچان لیا — اور اُلٹے قدموں واپس چلا آیا — معلوم نہیں، اس کی یہاں آمد میرے سلسلے میں ہے یا وہ اپنے ملک کے حکم کے تحت یہاں آیا ہے؛ تاہم میں خوف محسوس کیے بغیر نہیں رہا اور یہ کہانی تم لوگوں کو سنا دی

ہے — بس جناب — یہ تھی ان کی کہانی — اس کے ایک ماہ بعد ان کی موت واقع ہو گئی۔"

"ہوں! مشکل تو یہی ہے کہ وہ قدرتی موت مرے ہیں — انھیں قتل نہیں کیا گیا — لہٰذا اس کہانی سے بھی ہمیں کوئی مدد ملتی نظر نہیں آتی۔" محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔"

"ویسے کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے تھے۔" فاروق بولا۔

"آپ — کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" نورین بخاری نے جھنّا کر کہا۔

"ان حالات میں اسی قسم کی باتیں کی جا سکتی ہیں — دوسرے یہ کہ ہماری زندگی میں بہت عجیب و غریب قسم کے حالات اور واقعات سامنے آئے ہیں — ایک کیس میں ایسا بھی ہو چکا ہے کہ ایک شخص کا بہت خوفناک دشمن اسے قتل کرنے آیا — لیکن خود اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا — اب ہم یہی بات یہاں فرض کر سکتے ہیں۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"کک — کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ فرض کیا — شولی بنگر نے آپ کا گھر تلاش کر لیا اور اس رات — یعنی جس کی صبح آپ کو اپنے والد مردہ ملے، وہ انھیں قتل کرنے کی نیت سے آیا — لیکن مسٹر ارمان بخاری

کے ہاتھوں خود مارا گیا۔ اب مسٹر ارمان بخاری گھبرائے کہ انھیں تو
پولیس قتل کے الزام میں گرفتار کر لے گی۔ لہٰذا انھوں نے
آپ لوگوں کو جگایا۔ اور ساری بات بتائی۔ سوچنے اور غور کرنے
کے بعد یہ طے کیا گیا کہ شولی بنگر کے چہرے پر ارمان بخاری
صاحب کا میک اپ کر دیا جائے اور یہ مشہور کر دیا جائے کہ
ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر کو بھاری رشوت دے دی جائے،
وہ موت کا سرٹیفکیٹ لکھ دے گا۔ اور ارمان بخاری کسی اور
میک اپ میں یہاں سے کچھ عرصہ کے لیے غائب ہو جائیں گے۔
پھر یہاں کسی اور حلیے میں آ کر رہنے لگ جائیں گے، مثلاً
کسی ملازم کے روپ میں۔ میرا مطلب ہے۔ اس وقت مسٹر
ارمان بخاری مسٹر جالینوس کے روپ میں ہیں۔"

"ن۔ نہیں۔ یہ غلط ہے۔" جالینوس نے فوراً کہا۔

"آپ نے وضاحت تو بہت اچھی کی، لیکن اس میں چند
خامیاں ہیں۔" فرحان بخاری بولا۔

"چلیے خامیوں کی نشان دہی آپ کر دیں۔"

"سنیے۔ اگر ایسا ہی ہوا ہے۔ جیسا کہ آپ نے بیان کیا۔
تو پھر۔ آپ ہمارے والد صاحب کو قتل کر دینے والا کون ہے
اور کہاں سے نکل آیا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ واقعی۔ آپ کا اعتراض بہت وزنی ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ان اعتراضات میں بس یہی بات بُری ہے۔ یہ وزنی بہت
ہوتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ارمان بخاری صاحب پر یہ
کہانی فٹ نہیں بیٹھتی۔"

"تب پھر۔ اب ہم کیا نتیجہ نکالیں۔ کیا کریں۔" فرزانہ نے
بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"میرے ذہن میں ایک سوال اُبھر رہا ہے۔ اگر آپ اس
کا جواب دے سکیں۔"

"پوچھیں۔ جواب معلوم ہوا تو ضرور دیں گے، کیوں کہ اُلجھن
میں تو آخر ہم بھی ہیں۔"

"ہوں! ارمان بخاری صاحب کو شولی بنگر ایک ہوٹل کے ہال
میں کھانا کھاتے ہوئے نظر آیا تھا۔ وہ بھی اس ہوٹل میں کھانا
کھانے گئے تھے، اور انھیں اس ہوٹل کا کھانا بہت پسند تھا۔
کیا آپ اس ہوٹل کا نام بتا سکتے ہیں؟"

"ہاں! کیوں نہیں۔ انھوں نے جب ہمیں یہ کہانی سنائی تھی،
تو ہوٹل کا نام بھی بتایا تھا۔"

"اوہ۔ بہت بہت شکریہ۔ جلدی بتائیں۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن اس ہوٹل کا نام معلوم کر کے کیا کریں گے؟"

"شاید وہیں ہمیں اس کیس کا کوئی سُراغ مل جائے۔"

"اس ہوٹل کا نام ہوٹل کوبرا ہے۔"

"ہم ابھی اور اسی وقت ہوٹل کوبرا جا رہے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے محمود اُٹھ کھڑا ہوا۔

نون فیملی کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ بس وہ انہیں رخصت ہوتے ٹکر ٹکر دیکھتے رہے۔ اب وہ تیز رفتاری سے ہوٹل کوبرا کی طرف جا رہے تھے۔ ہوٹل کوبرا ایک بہت عالیشان ہوٹل تھا۔ کار پارک کر کے جونہی وہ اندر داخل ہوئے۔ فرزانہ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اس کے اُٹھتے قدم رُک گئے۔

"کیوں۔ خیر تو ہے۔ کوئی سانپ تو نظر نہیں آ گیا۔"

"ادھر دیکھو۔ دیوار کے ساتھ والی میز کی طرف۔"

محمود اور فاروق نے اس طرف نظریں اٹھا دیں۔ وہ بھی چونکے بغیر نہ رہ سکے، پھر ان کے قدم اس طرف اٹھنے لگے۔

خطرناک آدمی

"کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں جناب؟" محمود نے میز کے نزدیک پہنچتے ہوئے کہا۔

"بہت سی میزیں خالی پڑی ہیں۔ پھر آپ یہیں کیوں بیٹھنا چاہتے ہیں۔" جواب دیا گیا۔

"اس لیے کہ ہم صرف اسی میز پر بیٹھ سکتے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" میز پر بیٹھے ہوئے شخص نے چونک کر کہا اور پھر نظریں اُوپر اُٹھائیں:

"ہائیں۔ آپ لوگ ہیں۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں ڈاکٹر توفیق پاشا صاحب۔ ویسے آپ کو یہاں دیکھ کر ہمیں بہت حیرت ہوئی ہے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ مرحوم ارمان بخاری صاحب بھی اس ہوٹل کو پسند کرتے تھے۔" محمود نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کک۔ کیا مطلب؟" انھوں نے گھبرا کر کہا۔

"نون فیصلی نے ہمیں یہی بتایا ہے۔ ارمان بخاری صاحب کو اس ہوٹل کا کھانا بہت پسند تھا۔"

"تو پھر — میں کیا کر سکتا ہوں؟"

"ارمان بخاری صاحب ایک سال پہلے مر چکے ہیں، لیکن کوئی نا معلوم شخص آج شام سات بجے انھیں قتل کر دے گا۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" اب اس کے چہرے پر غصّے کے آثار نظر آنے لگے —

"ہم بے چارے کیا کہیں گے۔ بس اتنا بتا دیں۔ کیا آپ کو بھی اس ہوٹل کا کھانا بہت پسند ہے؟"

"ہاں! یہ تو خیر ہے۔" اس نے بے بسی کے عالم میں کہا۔

"شکریہ! آپ یہاں کتنے عرصے سے آ رہے ہیں؟"

"بہت پرانا گاہک ہوں اس ہوٹل کا۔"

"گویا ارمان بخاری کو بھی یہاں آتے ہوئے دیکھتے رہے ہیں آپ؟" محمود نے فوراً کہا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"بلکہ وہ اور آپ ایک ہی میز پر بیٹھ کر کھانا کھاتے رہے ہیں؟"

ڈاکٹر توفیق پاشا محمود کو گھورنے لگا — پھر سرد آواز میں بولا:

"آپ مجھ سے کہلوانا کیا چاہتے ہیں؟"

"ارمان بخاری زندہ ہیں یا واقعی مر چکے ہیں؟"

"مر چکے ہیں۔"

"تب پھر وہ نا معلوم آدمی قتل کس کو کرے گا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے کندھے اُچکا دیے۔

"آپ شولی بنگر کو جانتے ہیں؟" فاروق بولا۔

"شولی بنگر — نہیں — یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔"

اُسی وقت ایک بیرا تیز تیز قدم اُٹھاتا اس میز کی طرف آیا اور نزدیک آتے ہی بولا:

"مسٹر پاشا — آپ کا فون۔" یہ کہہ کر وہ مڑ گیا۔

"معاف کیجیے گا۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر توفیق اُٹھے اور کاؤنٹر کی طرف چلے گئے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" محمود نے بھنّائے ہوئے انداز میں کہا۔

"میری مانو — گھر چلتے ہیں۔ ابا جان سے مشورہ کریں گے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے — جیسے اس شخص کو کوئی خاص بات معلوم ہے — لیکن یہ بتا نہیں رہا۔"

"کوئی بات نہیں — ہمیں کوئی ہلکا سا سراغ مل جائے، پھر ہم اس سے وہ راز اگلوا لیں گے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

اُسی وقت اُنھوں نے ڈاکٹر کو مُڑتے دیکھا۔ وُہ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر عجیب سے انداز میں ان کی طرف قدم اُٹھا رہا تھا۔ اس کی پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے۔ نزدیک آتے ہی اس نے کہا:

"مم۔ معاف کیجیے گا۔ مجھے ایک ضرور کام آ پڑا ہے۔ میں یہاں مزید نہیں ٹھہر سکتا۔ اگر آپ کو مجھ سے کچھ اور باتیں پُوچھنا ہوں تو کل میرے کلینک میں مل لیجیے گا۔"

"کیا فرمایا۔ کل۔ لیکن نامعلوم آدمی نے تو آج شام تک کا وقت دیا ہے۔" فارُوق نے گھبرا کر کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔ مجھے جانا ہوگا۔"

یہ کہ کر وُہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تینوں اس کے باہر نکلتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی کار تک آ گئے:

"کیا خیال ہے۔ اس کا تعاقب کیا جائے۔" محمُود نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"تمھارے نزدیک تو کسی کام کے کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔" فارُوق نے منہ بنایا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ حرج کی تلاش میں تم رہتے ہو، ہم نہیں۔" فرزانہ مُسکرائی۔

ڈاکٹر پاشا سبز رنگ کی ایک لمبی سی کار میں جاتے نظر آئے۔ اُنھوں نے بھی مناسب فاصلہ رکھ کر تعاقب شروع کر دیا۔ پندرہ منٹ بعد وُہ اپنے کلینک میں داخل ہو رہے تھے:

"یہ۔ یہ تو کُچھ بھی نہ ہُوا۔" محمود نے منہ بنایا۔

"کیا کچھ بھی نہ ہوا؟"

"یہ حضرت تو اپنے کلینک آ گئے۔"

"تو۔ تم کیا چاہتے تھے۔ کوہ قاف چلے جاتے۔" فارُوق نے مُسکرا کر کہا۔

"نہیں کالے پہاڑ پر۔" محمود غرّایا۔

"او ہو۔ یہ کون سی وادی میں واقع ہے؟"

"ہم گھر چل رہے ہیں۔ ابّا جان کو شامل کیے بغیر اس کیس میں کامیابی کے امکانات نظر نہیں آ رہے۔" فرزانہ کی آواز لہرائی۔

"شکریہ۔ یہ کیا ہے عقل مندانہ فیصلہ۔" فارُوق خوش ہو گیا۔

تینوں گھر پہنچے۔ لیکن اِنسپکٹر جمشید گھر میں نہیں تھے:

"ابّا جان کہاں گئے امّی جان؟" فرزانہ بولی۔

"بتا کر نہیں گئے۔ کسی کا فون آیا تھا۔ بس یہ کہ کر چل دیے۔ ایک گھنٹے تک لوٹ آؤں گا۔" انھوں نے بتایا۔

"لو بھئی۔ کر لو ابّا جان سے بات۔" فارُوق نے بھنّا کر کہا۔

اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ محمود نے بے تابانہ انداز میں
ریسیور اُٹھایا:

"السلام علیکم۔ محمود بول رہا ہوں۔"

"اور میں نیلا گھوڑا ہوں۔" دُوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ کیا نام ہُوا؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"شاید آپ کی یادداشت بہت کمزور ہے۔" دُوسری طرف
سے کہا گیا۔

"کیا مطلب؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"آپ تو یہ بات بھی بھول گئے کہ آج اخبارات میں ارمان بُخاری
کے بارے میں جو اشتہار شائع ہوا ہے۔ اس اشتہار کو شائع
کرانے والے کا نام کیا پڑھا تھا؟"

"اوہ۔ اوہ۔ یاد آ گیا۔ اشتہار بھی تو نیلا گھوڑا کے نام سے
شائع کرایا گیا ہے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"اب آپ ٹھیک سمجھے۔ ہاں تو میں نیلا گھوڑا ہوں۔"

"ہوں گے۔ ہم کیا کریں۔" محمود نے جل کر کہا۔

"اگر آپ کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں تو
مجھ سے مُلاقات کریں۔"

"اور آپ سے مُلاقات کہاں ہو سکے گی؟" اس نے پُوچھا۔

"کنگ روڈ، گلاب منزل۔ کمرہ نمبر چالیس۔"

"شکریہ۔ ہم کس وقت تشریف لائیں۔ مم۔ میرا مطلب ہے۔
حاضر ہوں۔" محمود نے گڑبڑا کر کہا۔

"آپ تشریف ہی لے آئیں۔ شام پانچ بجے۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ دو گھنٹے پہلے۔"

"کس سے دو گھنٹے پہلے؟"

"اب آپ کی یادداشت کو کیا ہوا۔ آپ نے اشتہارات میں
شام سات بجے کا وقت دیا ہوا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ واقعی دو گھنٹے پہلے۔"

"کیا یہ بات واقعی درست ہے۔ کہ سات بجے ارمان بخاری
کو قتل کر دیا جائے گا؟"

"ہاں بالکل۔" دُوسری طرف سے کہا گیا۔

"لیکن ان کا تو ایک سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔"

"اس قسم کے تمام سوالات کے جوابات میں مُلاقات کے وقت
دوں گا۔ دراصل میں آپ سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے۔ ہم آ جاتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"شکریہ! میں انتظار کر رہا ہوں۔"

دُوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ محمود بھی ریسیور رکھ کر
اُن کی طرف مُڑا اور گفت گو دہرا دی:

"یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"لیکن کیوں ۔ ہم سے کوئی چال چل کر یہ شخص کیا فائدہ اُٹھا سکتا ہے بھلا۔"

"واقعی عجیب بات ہے ۔ اب تک تو اس نے ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی ۔ اب ضرورت کیوں محسوس کی؟"

"ہم اس سے یہ بات بھی پُوچھ لیں گے۔" محمود مسکرایا۔

"تم تو بس ۔ ہر وقت اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہو جاتے ہو۔" فارُوق نے جھلا کر کہا۔

"نہیں تو مجھے تو یہاں دُور دُور تک اندھا کنواں نظر نہیں آ رہا۔"

"بھائی مذاق نہ کرو ۔ پہلی بار تو سُراغ ملنے کا امکان نظر آیا ۔ اور ہم اس موقعے کو بھی ضائع کر دیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا۔"

"تو میں نے کب کہا ہے کہ ۔ یہ ہو سکتا ہے ۔ ویسے بہتر یہی ہے۔" فارُوق نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا بہتر یہی ہے؟"

"ہمیں چاہیے ۔ اس واقعے کو واقعی ضائع کر دیں۔"

"اس طرح مزا نہیں آئے گا ۔ دلیر بنو۔"

"بات بزدلی کی نہیں ۔ عقل مندی کی ہے ۔ لیکن اگر تم مجھے طعنہ دینے پر ہی اُتر آئے ہو تو پھر میں تم سے دو قدم آگے چلوں گا ۔ آؤ چلیں۔" اس نے فوراً کہا۔

چند منٹ بعد وہ گلاب منزل کے چالیسویں کمرے کے دروازے پر دستک دے رہے تھے ، دروازہ فوراً کھلا اور لمبے قد کا سانولے رنگ والا آدمی کھڑا نظر آیا ۔

"تشریف لائیے ۔ آپ ضرور محمود ، فارُوق اور فرزانہ ہیں۔"

"آپ کا اندازہ درست ہی لگتا ہے۔" فارُوق نے منہ بنایا۔

"جی ۔ کیا فرمایا ۔ درست ہی لگتا ہے۔" اُس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہاں ! اگر ہم میک اپ میں نہیں ہیں تو اندازہ بالکل درست ہے ۔ ورنہ بالکل غلط۔"

"شکریہ ! مجھے یقین ہے ۔ آپ لوگ میک اپ میں نہیں ہیں، تشریف رکھیے۔"

"لیجیے ۔ رکھ لی ۔ تشریف ۔ اب فرمائیے ۔ آپ نے ہمیں یہاں کیوں بلایا ہے؟"

"آپ اس کیس کے سلسلے میں بہت بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، میں نے سوچا ۔ کیوں نہ آپ کی مدد کی جائے۔" اس نے مسکرا کر کہا ۔

"سب سے پہلے تعارف ضروری ہے ۔ آپ تو ہمارے بارے میں جانتے ہیں ، لیکن ہم آپ کا نام تک نہیں جانتے۔"

"میں دل بہار شاہ ہوں۔" اس نے کہا۔

"کیا یہ آپ کا فرضی نام ہے؟" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بھئی واہ۔ آپ تو نجومی معلوم ہوتے ہیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"صرف معلوم ہونے سے کام نہیں چلا کرتا جناب۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"خیر خیر۔ میرا نام یہی ہے۔ اور میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر کریں مدد۔" محمود بولا۔

"ارمان بخاری دراصل میرے دوست تھے۔ مرنے سے کچھ عرصہ پہلے انھوں نے اپنی ایک کہانی مجھے سنائی تھی۔" اس نے پُر اسرار انداز میں کہا۔

"اوہو اچھا۔ تو انھوں نے آپ کو بھی یہ کہانی سنائی تھی؟" محمود چونکا۔

"کیا مطلب۔ آپ کو کیا معلوم۔ کہ انھوں نے مجھے کون سی کہانی سنائی تھی؟"

"مرنے سے کچھ عرصہ پہلے انھوں نے ایک کہانی اپنے گھر کے افراد کو بھی سنائی تھی۔ ہم نے سوچا۔ شاید آپ کو بھی انھوں نے وہی کہانی سنائی ہو۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اور وہ کہانی کیا تھی؟" دل بہار شاہ نے بے چین ہو کر کہا۔

"وہ کسی شولی بنگر کی کہانی تھی۔ اس کے انتقام کی۔"

"اوہ۔ اوہ۔"

"تو آپ بھی ہمیں یہی کہانی سنانا چاہتے تھے۔"

"ہاں! مجھے افسوس ہے۔ اس صورت میں تو میں نے آپ کا وقت ضائع کیا۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہمارے ہاں وقت بے چارہ یوں بھی ضائع ہوتا ہی رہتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہم۔ مجھے واقعی افسوس ہے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں ہاں! ہمیں یقین آ چکا ہے۔" محمود بولا۔

تینوں اٹھ کر کمرے سے نکل آئے۔

"یہ شخص میری سمجھ میں نہیں آیا۔ پتا نہیں۔ کیا مقصد تھا اس کا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"سوال یہ ہے کہ اسے ہماری سرگرمیوں کے بارے میں علم کیوں کر ہے۔ نجومی تو یہ ہے نہیں۔ پرائیویٹ جاسوس قسم کی کوئی چیز تو نہیں ہے؟"

"اوہ ہاں۔ یہ بات ہو سکتی ہے۔ خیر میں ابھی انکل سے بات کرتا ہوں۔"

اسی عمارت کے باہر ایک فون بوتھ سے محمود نے اکرام کو فون کیا:

"ہیلو انکل۔آپ دل بہار شاہ کو جانتے ہیں؟"

"بالکل جانتا ہوں۔" وہ فوراً بولے۔

"جی۔کیا کہا ۔ بالکل جانتے ہیں۔"

"ہاں! وہ ایک لمبے قد کا سانولے رنگ کا آدمی ہے۔ اس سے بچ کر رہنا۔"

"کیا مطلب؟"

"بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"اس کے بارے میں آپ کیا کچھ جانتے ہیں۔"

"اس کی سرگرمیوں پر خفیہ پولیس کی ایک عرصے سے نظر ہے۔اس کا کام پولیس کے لیے اُلجھن بنا ہوا ہے، لیکن ابھی تک کسی بھی حرکت سے وہ مجرم ثابت نہیں ہو سکا۔"

"آج اس نے ہمیں نیلا گھوڑا کے نام سے فون کیا تھا۔"

"کیا!!!" اکرام چلّایا۔

"جی ہاں! ہم ابھی ابھی اس سے ملاقات کرکے آرہے ہیں، ملاقات پر اس نے اپنا نام دل بہار شاہ بتایا۔ ہم نے تو خیال کیا تھا کہ یہ نام بھی فرضی ہوگا، لیکن آپ نے تو اس کے نام کو بھی درست کہہ دیا۔"

"نام ضرور فرضی ہے ۔لیکن ہم بھی اسے اسی نام سے جانتے ہیں۔ وہ ہر جگہ اپنا یہی نام استعمال کرتا ہے۔ اس نے کیا

باتیں کیں۔ مجھے تفصیل سناؤ۔"

محمود نے مختصر طور پر گفتگو دہرا دی۔

"تو کیا وہ اس وقت بھی گلاب منزل میں موجود ہے؟" اکرام نے چونک کر کہا۔

"کم از کم ہم اسے وہیں چھوڑ کر عمارت سے باہر آئے ہیں اور ابھی تک ہم عمارت کے سامنے ہی موجود ہیں۔"

"تم نے اس سے یہ پوچھا تھا کہ اس نے نیلا گھوڑا نام کیوں بتایا تھا۔"

"جی نہیں۔ ہم یہ پوچھنا بھول گئے تھے۔"

"تم چل کر اس سے یہ سوال ضرور پوچھو۔ اور کچھ وقت وہاں ٹھہرنے کی کوشش کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

"کیوں انکل ۔خیر تو ہے؟"

"ہم نیلے گھوڑے کی تلاش میں بھی ہیں۔"

"اوہو اچھا۔ ابّا جان نے تو یہ بات بتائی نہیں تھی۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"اس کی بھی کوئی وجہ ہو گی ۔ ورنہ انھیں تو نیلے گھوڑے کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے۔"

"آخر کیا؟" محمود نے بے تاب ہو کر کہا۔

"آکر بتاؤں گا۔ جلدی کرو۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ

دیا۔

"آؤ بھئی۔ جلدی کرو۔" محمود نے کہا اور پھر عمارت کی طرف بڑھا۔ یہ عمارت کرائے کی تھی۔ تمام کمرے مختلف لوگوں نے کرائے پر لے رکھے تھے۔ چالیس نمبر کمرے کے دروازے پر پہنچ کر محمود نے دستک دی:

"کون صاحب؟" دل بہار شاہ کی آواز سنائی دی۔

"وہی۔ جو کچھ دیر پہلے آپ سے ملاقات کر چکے ہیں۔"

"کیا کوئی بات رہ گئی ہے؟"

"ہاں!" محمود نے کہا۔

اس نے دروازہ کھول دیا۔ آنکھوں سے حیرت جھانک رہی تھی:

"آئیے۔" اس نے کہا اور اندر کی طرف پلٹ گیا۔ ان کے بیٹھنے کے بعد بولا:

"خیر تو ہے۔"

"ہم ایک دو باتیں پوچھنا بھول گئے۔"

"فرمائیے۔ میں ضرور مدد کروں گا۔"

"پہلی بات۔ آخر آپ نے ہمیں کیوں بلایا تھا؟"

"آپ کی مدد کرنے کے لیے۔ دوسرے یہ کہ ارمان بخاری میرے دوست تھے۔ ان کے بارے میں شائع ہونے والے اشتہارات نے مجھے بھی عجیب سی الجھن میں ڈال دیا تھا۔ اس

لیے میں نے سوچا، آپ کو شولی بنگر کی کہانی سنا دوں۔"

"لیکن آپ کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ ہم اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"میں نے آپ کو ہوٹل کوبرا میں دیکھا تھا۔ آپ نے ڈاکٹر توفیق پاشا سے ملاقات کی تھی۔ میں اس وقت ساتھ والی میز پر ہی موجود تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں توفیق پاشا کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچا تھا۔ کیوں کہ اس معاملے میں مجھے اسی کا ہاتھ محسوس ہوا تھا۔"

"اوہ۔ اب سمجھ میں آئی بات۔ ایک سوال اور ۔۔ ہمیں بلانے کے لیے آپ نے اپنا نام دل بہار شاہ کی بجائے نیلا گھوڑا کیوں بتایا تھا؟"

"تاکہ آپ فوراً دوڑے آئیں۔"

"گویا آپ نیلا گھوڑا نہیں ہیں۔"

"بالکل نہیں۔ میرے تو فرشتوں کو بھی معلوم نہیں کہ نیلا گھوڑا کون ہے۔ ویسے خیال یہی ہے کہ وہ توفیق پاشا ہے، کیوں کہ موت کے وقت اسی نے طبی معائنہ کیا تھا۔"

"ہوں! شکریہ! اب ہمارا اطمینان ہو گیا۔ دراصل ہم یہاں سے چلے تو گئے، لیکن پھر کئی الجھنیں محسوس ہونے لگیں، اس لیے مڑ پلٹ آئے۔ آپ کو ناگوار تو محسوس ہوا ہوگا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

"ارمان بخاری صاحب کے بچے آپ کو ان کے دوست کی حیثیت سے جانتے ہیں۔" فرزانہ نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"نہیں ۔ میرا ان کے گھر آنا جانا نہیں تھا ۔ ان کی اور میری ملاقات تو بس ہوٹل کوبرا میں ہو جاتی تھی۔"

"اوہ ۔ ہوٹل کوبرا ۔ تو کیا آپ بھی ہوٹل کوبرا میں جاتے رہتے ہیں؟"

"ہاں! کیوں ۔ کیا بات ہے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ مسٹر ارمان بخاری کو ہوٹل کوبرا کا کھانا بہت پسند تھا ۔ توفیق پاشا بھی اس ہوٹل کا کھانا بہت پسند کرتے ہیں ۔ اور اب آپ بھی۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ۔ اس ہوٹل کا کھانا واقعی بہت مزے دار ہے۔" دل بہار شاہ نے کہا۔

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی، پھر دروازے پر دستک ہوئی:

"کون صاحب ہیں ۔ آجائیے ۔ دروازہ کھلا ہے۔"

دوسرے لمحے اکرام اندر داخل ہوا۔

"اوہو ۔ سب انسپکٹر صاحب ۔ آپ اور یہاں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ دیکھ کر حیرت ہوئی مسٹر دل بہار شاہ ۔ کہ آپ اس عمارت میں رہتے ہیں ۔ جب کہ میری اطلاعات یہ ہیں کہ آپ فردوس نگر میں رہتے ہیں۔"

"وہاں میں اپنے گھرانے کے ساتھ رہتا ہوں ۔ یہ کمرہ دوست احباب سے ملاقاتوں کے لیے لے رکھا ہے ۔ کیا یہ بھی جرم ہے؟"

"ارے نہیں بھئی ۔ میں نے یہ کب کہا۔" اکرام مسکرایا۔

"آپ کی آمد کیسے ہوئی۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی، پھر چونک کر بولا:

"اوہو سمجھ گیا ۔ ان لوگوں نے فون کرکے آپ سے میرے بارے میں پوچھا ہوگا۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"بہت چالاک لوگ ہیں آپ۔" اس نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"شکریہ جناب۔" فاروق فوراً بولا۔

"اور شکریہ کس بات کا ادا کر رہے ہیں۔" وہ بولا۔

"اس بات کا، کہ آپ نے ہمیں چالاک تسلیم کر لیا۔"

"یہ ارمان بخاری صاحب کا کیا چکر ہے مسٹر دل بہار شاہ۔" اکرام بولا۔

"افسوس ۔ میں کچھ نہیں جانتا ۔ جب سے اشتہار پڑھا ہے ۔ الجھن میں ہوں ۔ ان کے جنازے میں تو خود میں بھی شریک تھا۔"

"ہُوں ! ایک بات نوٹ کر لیں ۔ ہم نیلا گھوڑا کی تلاش میں بہت مدّت سے ہیں ۔ اور آج آپ نے ان لوگوں کو فون کرتے وقت اپنا نام نیلا گھوڑا بتایا ہے ۔"

"اوہ ۔ ارے باپ رے ۔ م ۔ میں نے تو ایسے ہی ۔ یہ نام بتا دیا تھا ۔ تاکہ یہ لوگ فوراً آ جائیں ۔"

"لیکن کیوں ۔ آپ انھیں فوراً کیوں بلانا چاہتے تھے ؟"

"اپنی اُلجھن دُور کرنے کے لیے ۔ لیکن ان کے ملنے پر بھی اُلجھن جُوں کی تُوں موجود ہے ۔ آخر کوئی ارمان بخاری کو کس طرح قتل کرے گا ۔ جب کہ ایک سال پہلے وُہ مر چکے ہیں ۔"

"ہوں ! یہی اُلجھن تو ہمیں اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے ۔" فارُوق نے منہ بنا کر کہا ۔

"مسٹر دل بہار شاہ ۔ کیا آپ نیلا گھوڑا ہیں ؟" اکرام نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا ۔

"ن ۔ نہیں ۔" وُہ خوف زدہ انداز میں چلّایا ۔

اور پھر نہ جانے کیوں اس کا چہرہ تاریک پڑ گیا ۔

لاش آ گئی

تینوں ہوٹل کوبرا کے ہال میں ایک میز کے گرد مَوجُود تھے ۔ بیرا ان کا آرڈر لے کر جا چکا تھا ۔ ان کی نظروں چاروں طرف گھوم رہی تھیں ۔

"سوال یہ ہے کہ ابّا جان کہاں ہیں ؟" ایسے میں محمود بولا ۔

"یا تو اسی سلسلے میں کہیں مصروف ہیں ۔ یا پھر کسی اور معاملے میں اُلجھ گئے ہیں ۔"

"انکل اکرام بھی دل بہار شاہ سے مل کر نہ تو کچھ معلوم کر سکے اور نہ ہی اس کے پچھلے جرائم کے خلاف کوئی ایسا ثبوت ڈھونڈ سکے ۔ کہ جس کی بنا پر ہم اُسے گرفتار کر سکیں ۔" فارُوق بڑبڑایا ۔

"اور ہم یہاں آ کر بیٹھ گئے ۔ جب کہ سات بجنے میں اب زیادہ وقت نہیں رہ گیا ۔" فرزانہ نے کہا ۔

"ہم سات بجے سے کافی پہلے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ،

فکر نہ کرو۔"

اسی وقت بیرا کھانا لے آیا اور میز پر لگانے لگا۔ دو منٹ بعد انھوں نے کھانا شروع کیا، پھر اچانک محمود کے منہ سے چیخ نکل گئی:

"اُف۔ اتنا بڑا ظلم۔ اس قدر اندھیر نگری۔"

پورے ہال پر سناٹا طاری ہو گیا۔ سب اسے گھورنے لگے، پھر دو بیرے تیزی سے ان کی طرف آئے:

"کیا بات ہے جناب۔ کیا ہوا؟"

"مینجر صاحب کو بلائیں۔ ہم ان سے بات کریں گے۔" محمود نے غرّا کر کہا۔

"آپ ہمیں بتائیں۔ بات کیا ہے؟"

"بات اس قدر معمولی نہیں۔ مینجر صاحب کو بلائیں۔"

"آپ بتا کیوں نہیں دیتے۔"

محمود نے ایک گلاس اٹھایا اور فرش پر پٹخ دیا۔ پھر چیخ کر بولا:

"میں کہتا ہوں۔ مینجر صاحب کو بلائیں۔ ورنہ تمام برتن چکنا چور ہو جائیں گے۔"

"جاؤ۔ مینجر صاحب کو لے آؤ۔" ایک بیرے نے دوسرے بیرے سے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" وہ بھنّا کر بولا۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

پھر وہ ایک لمبے قد کے آدمی کے ساتھ آتا نظر آیا۔ اس کا چہرہ مارے غصّے کے سُرخ ہو رہا تھا۔ اب سب لوگ اسے دیکھ رہے تھے، نزدیک آ کر اس نے دھاڑتے ہوئے کہا:

"کیا بات ہے جناب۔ کیوں آپ نے سارے ہوٹل کو سر پر اُٹھا رکھا ہے؟"

"نن۔ نہیں تو۔ ہم نے تو اپنے سروں پر ہوٹل کو نہیں اُٹھا رکھا۔ ویسے بھی۔ ہم اتنے وزنی ہوٹل کو اُٹھا ہی نہیں سکتے۔" فارُوق نے بوکھلا کر کہا۔

"اور پھر۔ یہ سب کیا ہے؟"

"ادھر دیکھیے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اور آپ پسند کریں تو میں ان تمام لوگوں کو بتانے کے لیے تیار ہوں۔" محمود نے بلند آواز میں کہا۔ ساتھ ہی اس نے سالن کی ایک پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ مینجر کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں، اچانک اس کا لہجہ بدل گیا:

"اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔" یہ کہ کر وہ مڑا۔

"تو آپ ہم سے یہیں کیوں بات نہیں کر لیتے۔" محمود نے کہا۔

"یہاں اطمینان سے بات نہیں ہوسکتی ۔ ان کا کھانا بھی
میرے کمرے میں پہنچا دو۔" اس نے یہ الفاظ بیروں سے کہے۔
"او کے سر۔" بیرے بولے۔
"آؤ بھئی۔" محمود نے اُٹھ کر کہا۔
"لل ۔ لیکن ہم ۔ اس کے کمرے میں جانے کا خطرہ کیوں مول
لیں۔" فرزانہ دبی آواز میں بولی۔
"آؤ۔" محمود نے سرد آواز میں کہا۔
ایک منٹ بعد ہی وُہ مینجر کے کمرے میں داخل ہوئے۔
مینجر انھیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا، پھر اس
کے مُنہ سے پھنکارتی آواز نکلی :
"تم نے وُہ چوہیا کہاں سے پکڑی تھی ؟"
"یہ بہت گہرا راز ہے ۔ ہم آپ کو نہیں بتا سکتے۔" فارُوق
مُسکرا دیا۔
"میں کہتا ہوں بتاؤ۔"
"تو پھر سُنیے ۔ چڑیا گھر سے۔" فارُوق بولا۔
"کیا بکواس ہے ۔ چڑیا گھر میں چوہیاں نہیں ہوتیں۔"
"یہ بات تو خیر آپ جانے دیں ۔ ہم نے تو کئی رنگ
کی چوہیاں دیکھی ہیں اسی شہر کے چڑیا گھر میں۔"
"خیر تم چوہیا پکڑ کر لائے تھے ۔ اور پھر تم نے اس کو

سالن کی پلیٹ میں ڈال دیا۔"
"تو اور کیا کرتے۔"
"اور تم نے ایسا کیوں کیا ؟"
"ہم نے سُنا تھا ۔ آپ کے ہوٹل کی شہرت بہت ہے۔"
"گویا تم میرے ہوٹل کی شہرت کو خاک میں ملانا چاہتے تھے۔"
"ہاں۔" محمود نے فوراً کہا۔
"آخر کیوں ۔ میں نے کیا بگاڑا ہے تمھارا ؟"
"ارمان بخاری۔" فرزانہ نے اچانک کہا۔
"ارمان بخاری ۔ کیا مطلب ؟" مینجر چونکا۔
"ارمان بخاری نوٹنگو کو بھی اس ہوٹل کا کھانا بہت پسند تھا۔"
"تو پھر ۔ تمھیں اس سے کیا۔"
"ایک سال پہلے وُہ فوت ہوگئے تھے۔"
"اچھا تو پھر۔" اس نے جل بھُن کر کہا۔
"لیکن کوئی نا معلوم شخص آج سات بجے انھیں قتل کر دینا
چاہتا ہے۔"
"کیا تم لوگ پاگل ہو۔" اس نے چلّا کر کہا۔
"آپ نے آج کے اخبارات دیکھے ہیں۔"
"میں اخبارات کو چاٹنے کا عادی نہیں ۔ صرف سُرخیاں دیکھ لیا
کرتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تب پھر یہ اشتہار پڑھ کر دیکھ لیں۔"

یہ کہہ کر محمود نے اخبار اس کے سامنے کر دیا۔ اشتہار پڑھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں:

"میری سمجھ میں نہیں آیا ۔ یہ کیا چکر ہے ۔ اور تم لوگ کیا چکر چلا رہے ہو۔"

"یہ چکر ہم نہیں ۔ نیلا گھوڑا نامی آدمی چلا رہا ہے ۔ اور آپ یہ بات جانتے ہیں کہ نیلا گھوڑا کون ہے۔"

"میں ۔ ہرگز نہیں ۔ یہ غلط ہے ۔ لیکن تم لوگ ہو کون؟"

"ہم ۔ ہم محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں ۔ کیا سمجھے؟" فاروق مسکرایا۔

"نہیں!!" وہ چلایا۔

"نہیں کیا مطلب ۔ کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم محمود، فاروق اور فرزانہ نہیں ہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نہیں جانتا ۔ آپ کون ہیں ۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

"بہت بہتر! ویسے آپ نیلا گھوڑا کے نام سے واقف ضرور ہیں ۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"پتا نہیں ۔ کسی سے اس کے بارے میں سنا تھا۔" وہ بولا۔

"شکریہ ۔ ہم آپ کو اور زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتے۔" محمود نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا ۔

"ایک منٹ ۔ آخر یہ ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہنگامہ ۔ آپ کا اشارہ چوہیا کی طرف ہے ۔ وہ ۔ وہ تو پلاسٹک کی چوہیا ہے۔" فاروق نے شوخ لہجے میں کہا۔

"کیا!!!" اس کے منہ سے پھاڑ کھانے والے انداز میں نکلا اور وہ باہر نکل آئے ۔

"میرا خیال ہے ۔ اب ہمیں نون فیملی کا رخ کرنا چاہیے، سات بجنے والے ہیں ۔ ان لوگوں کی پریشانی میں اب تک بہت زیادہ اضافہ ہو چکا ہوگا اور شاید انھوں نے پولیس کو فون بھی کر دیا ہوگا۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

نون فیملی کا دروازہ بند تھا ۔ اور اندر گہرا سناٹا محسوس ہو رہا تھا ۔ محمود نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا ۔ آدھ منٹ بعد جالینوس نے دروازہ کھولا:

"آئیے جناب ۔ اندر آپ کا ہی انتظار ہو رہا ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کیوں ۔ خیر تو ہے؟"

"سب لوگوں کا خیال یہی تھا کہ آپ سات بجے سے پہلے یہاں ضرور آئیں گے۔"

"ان کا یہ خیال تو بالکل ٹھیک ثابت ہوا ۔ آپ کا خیال کیا تھا؟"

"میرے خیال کو پوچھتا کون ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

اور پھر وہ اندر پہنچ گئے۔ ان سب کے چہروں سے ذرا بھی پریشانی نہیں جھانک رہی تھی:

"حیرت ہے۔" محمود بولا۔

"بلکہ کچھ زیادہ ہی حیرت ہے۔" فاروق بولا۔

"لیکن کس بات پر۔" فرحان بخاری نے منہ بنایا۔

"آپ لوگ تو ذرا بھی پریشان نظر نہیں آ رہے۔"

"تو آپ کیا چاہتے ہیں۔ ہم آپ کو بہت پریشان دکھائی دیں۔"

"ہاں! آخر کو سات بجنے والے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"تو پھر ہم کیا کریں۔ بجنے دیں۔ ہمارا اس سے کیا تعلق۔ ہم تو فکر مند تب ہوتے جب ہمارے والد زندہ ہوتے۔ وہ بے چارے تو پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔"

"اس کے باوجود۔ آخر کو سات بجنے والے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"ارے تو بجنے دیں۔ ہم کیا ان کو بجنے سے روک سکتے ہیں۔" ریحان نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

"اچھا۔ ٹھیک ہے۔ بجتے رہو بھئی۔ انہیں تمھاری کوئی پروا نہیں۔" فاروق نے دیوار والی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں صرف یہ سوچ رہا ہوں۔ ٹھیک سات بجے کیا ہوگا۔"

"کچھ بھی نہیں ہوگا۔" نورین بولی۔

"آپ نے کبھی اپنے والد صاحب سے نیلا گھوڑا کا ذکر سنا تھا؟"

"نہیں۔ ہم نے ان کے منہ سے یہ نام کبھی نہیں سنا۔"

"دل بہار شاہ کا نام لیا کبھی انھوں نے؟"

"نہیں۔ یہ نام بھی نہیں۔"

"کبھی انھوں نے ہوٹل کوبرا۔"

محمود کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی تھی۔ ساتھ ہی محمود نے ہاتھ پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی، ٹھیک سات بج رہے تھے۔ اس کے منہ سے نکلا:

"لاش آ گئی۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" ریحان بخاری نے کہا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

دوسرے بھی اس کے ساتھ دوڑ پڑے۔ وہ بھی رکے بغیر نہ رہ سکے۔ کوٹھی سے باہر ایک وین کھڑی تھی۔ اور وین کا ڈرائیور نیچے اتر کر ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"ارمان بخاری صاحب کا گھر یہی ہے۔" اس نے کہا۔

"بالکل یہی ہے۔"

" اپنا سامان وصول کرلیں۔"

" سامان ۔ کیا مطلب؟"

" میں کرائے پر سامان ادھر سے ادھر پہنچاتا ہوں ۔ ایک صاحب نے اپنے گھر سے یہ سامان لدوایا تھا اور یہاں پہنچانے کے لیے کہا تھا۔"

" حیرت ہے۔" نورین بولی ۔

" کیا مطلب ۔ کس بات پر حیرت ہے آپ کو؟"

" اس پر کہ کس نے کیا چیز بھیجی ہے؟"

" یہ تو میں نہیں جانتا ۔ آپ سامان اتروا لیں۔"

وین کا پچھلا دروازہ کھولا گیا ۔ اندر ایک بڑا ٹرنک موجود تھا ۔ انھوں نے ٹرنک اٹھانا چاہا ۔ وہ بہت وزنی تھا ۔ آخر کئی نے مل کر ٹرنک باہر نکالا اور وین والے کو رسید لکھ دی کہ ٹرنک وصول پایا ۔

وین والا جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ محمود بول اٹھا:

" ایک منٹ جناب ۔ آپ اس طرح نہیں جا سکتے۔"

" کیا مطلب ۔ تو پھر میں کس طرح جا سکتا ہوں۔"

" پہلے ہم اس ٹرنک کو کھول کر دیکھیں گے ۔ اس کے بعد آپ کو جانے کی اجازت دیں گے۔"

" لیکن کیوں ۔ میں کیوں رکوں۔"

" اس لیے کہ آج شام ٹھیک سات بجے یہاں ایک لاش پہنچنے والی تھی ۔ کیا خبر آپ وہ لاش ہی لائے ہوں۔" فاروق مسکرایا ۔

" یہ ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اس نے بوکھلا کر کہا ۔

" اسی لیے تو کہہ رہے ہیں کہ ذرا دیر رک جائیں ۔ ہم بس اس ٹرنک کو کھول کر دیکھ لیں۔"

" اچھی بات ہے۔" اس نے تنگ آکر کہا ۔

ٹرنک پر بڑا سا تالا لگا ہوا تھا ۔ ہتھوڑے مار مار کر اسے توڑا گیا ، پھر جوں ہی ٹرنک کھولا گیا ۔ ان کی چیخیں نکل گئیں ۔

کڑوی حقیقت

ٹرنک میں ایک لاش موجود تھی۔ مڑی تڑی ایک لاش ۔ اس کی کن پٹی پر گولی لگنے کا نشان تھا۔ کپڑے خون آلود تھے ۔ چہرہ بالکل سامنے تھا۔ لاش کو دیکھتے ہی وین والے نے دوڑ لگا دی ۔ لیکن ابھی وین کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا بھی نہیں تھا کہ محمود اس تک پہنچ گیا اور بازو سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا :

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ۔ آپ کو گرفتار نہیں کیا جائے گا ۔ آپ بے گناہ ہیں ۔ لیکن آپ کا بیان ہو گا۔ دستخط کرائے جائیں گے ۔ اور اس جگہ کا پتا آپ کو لکھوانا ہو گا۔ جس جگہ سے یہ ٹرنک آپ نے لادا تھا ۔ لدوانے والے کا حلیہ بھی بتانا ہو گا۔"

"مم ۔ میں سچ کہتا ہوں، میں اس لاش کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"ہاں ہاں ۔ میں جانتا ہوں، فکرمند نہ ہوں، آجائیں۔"

یہ کہ کر محمود نے وین کی چابی نکال کر جیب میں ڈال

لی ۔ اور ٹرنک کی طرف بڑھا ۔ نون فیملی ابھی تک آنکھیں پھاڑے لاش کو دیکھ رہی تھی :

"آخر آپ لوگ کب تک اسے گھورتے رہیں گے ۔ کچھ ہمیں بھی بتا دیں ۔ یہ کس کی لاش ہے؟"

"یہ ۔ یہ ہمارے والد صاحب کی لاش ہے۔"

"کیا!!!"

اگرچہ محمود، فاروق اور فرزانہ کو پہلے ہی معلوم تھا کہ اخبارات میں نیلا گھوڑا کی طرف سے اشتہار شائع ہوا ہے، لیکن اس کے باوجود بے ساختہ انداز میں ان کے منہ سے کیا نکل گیا۔

"لیکن ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"، محمود بولا۔

"یہی تو ہم سوچ رہے ہیں ۔ آخر یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"پتا نہیں کیسے ہو سکتا ہے، لیکن ہو چکا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یوں کام نہیں چلے گا۔" محمود نے کہا اور فون کی طرف بڑھ گیا ۔

بیس منٹ بعد وہاں اکرام اور ماہرین پہنچ گئے ۔ انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ۔ جب وہ فارغ ہو چکے تو لاش کو باہر نکالا گیا :

"اب انھیں غور سے دیکھیے ۔ کیا یہ واقعی آپ کے والد

صاحب ہیں؟

"ہاں! اس میں تو ایک فی صد بھی شک نہیں ہے۔"

"اگر اس میں ایک فی صد بھی شک نہیں ہے تو پھر ایک سال پہلے آپ لوگوں نے کس کو دفن کیا تھا؟" محمود نے تلملا کر کہا۔

"ارے باپ رے — ہم نے — ہم نے کس کو دفن کر دیا تھا؟" نورین نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ لاش کے چہرے پر میک اَپ تو نہیں کیا گیا۔"

یہ کہہ کر محمود لاش کے چہرے کا بغور جائزہ لینے لگا — اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد اس نے کہا:

"نہیں، میک اَپ نہیں کیا گیا — اس کا مطلب ہے، یہ لاش ضرور ارمان بخاری کی ہے — اب سوال یہ ہے کہ جس شخص کو دفن کیا گیا — وہ کون تھا — اور یہ ایک سال تک کہاں رہے — اور اب انھیں کس نے ہلاک کیا — یہ تینوں سوالات ایسے ہیں کہ جن کے جواب کے لیے ہم چکر پر چکر کھا رہے ہیں۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"مشکل یہ ہے کہ ایسے میں ابا جان نہ جانے کہاں چلے گئے۔" فرزانہ نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں — ہم خود ہی اس کیس کا تیا پانچہ کر

لیں گے — یہ راز معلوم کرنا اب ہماری مجبوری بن چکی ہے۔"

یہ کہہ کر محمود وین والے کی طرف مڑا:

"ہمیں اس گھر تک لے چلو — جس گھر سے یہ ٹرنک لدوایا گیا تھا۔"

"ضرور جناب چلیے — اس گھر کے تو پڑوس والے بھی یہ گواہی دیں گے، کیوں کہ ٹرنک کو لدوانے میں انھوں نے بھی مدد دی تھی۔" اس نے فوراً کہا۔

اکرام کو بتا کر وہ وین والے کے ساتھ روانہ ہوئے — اس کی وین وہیں چھوڑ دی گئی تھی —

"یہ وین آپ کی اپنی ہے؟"

"نہیں جناب — میری نہیں ہے — مالک کی ہے — وہ مجھے تنخواہ دیتے ہیں۔"

"جس شخص نے یہ ٹرنک لدوایا — کیا اس نے کبھی پہلے بھی اس قسم کا کوئی کام لیا ہے؟"

"جی نہیں جناب۔"

"اس نے آپ سے بات چیت کیسے طے کی؟"

"مجھ سے نہیں — گاڑی کے مالک سے — دراصل اس قسم کی اس کی کئی گاڑیاں شہر میں چلتی ہیں — جن کو ضرورت ہوتی ہے — فون کر کے بلا لیتے ہیں — اس شخص نے بھی فون

رکیا تھا۔ جب میں اس کے گھر کے دروازے پر پہنچا تو ٹرنک صحن میں رکھے تیار کھڑا تھا۔ ان حالات میں میرا کیا قصور؟"

"یہ تو ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ آپ کا کوئی قصور نہیں۔ لیکن پھر آپ بھاگ کیوں نکلے تھے؟"

"ڈ ڈ۔ ڈر گیا تھا۔" اس نے کہا۔

"بھئی ایک لاش سے کیا ڈرنا۔ مُردہ آدمی نہ تو کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ نہ نفع۔ بے چارے مُردے۔ تو ناک پر سے مکھی نہیں ہٹا سکتے۔ پلک نہیں جھپک سکتے۔ دُوسروں کو کیا دے سکتے ہیں۔ یا ان سے کیا چھین سکتے ہیں؟"

"یہ۔ آپ نے کیسی باتیں شروع کر دیں۔ مجھے رات کو بُرے بُرے خواب آئیں گے۔"

"خیر جانے دیں۔ اس آدمی کا حلیہ کیا تھا؟"

"لمبے قد کا آدمی تھا۔"

آخر وُہ مکان کے دروازے تک پہنچ گئے، لیکن یہ دیکھ کر ان کے منہ بن گئے کہ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا:

"اب کیا کیا جائے؟" فارُوق نے منہ بنایا۔

"میں کچھ کرتا ہوں۔"

محمود نے یہ کہہ کر ساتھ والے دروازے پر دستک دی، جلد ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی نے دروازہ کھولا:

"جی۔ کیا بات ہے؟"

"یہ آپ کے پڑوسی کہاں گئے؟"

"مکان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے۔" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"جی۔ کیا مطلب؟" وُہ چونکے۔

"آج انھوں نے مکان خالی کر دیا۔ اپنا سامان ایک وین۔ ارے۔ یہ تو وہی ڈرائیور ہے۔ جو سامان لے کر گیا تھا۔"

"خوب پہچانا۔ یہ واقعی وُہی ہیں۔"

"کک۔ کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔" پڑوسی نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں گڑبڑ بھی ہے۔ لیکن آپ کے لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ویسے آپ کے چہرے پر پریشانی کے بادل کیوں تیر رہے ہیں؟"

"یہ مکان دراصل میرا ہے۔ انھیں کرائے پر دے رکھا تھا۔"

"بہت خوب! کتنے عرصے سے؟" محمود جلدی سے بولا۔

"قریباً ایک سال پہلے انھوں نے کرائے پر لیا تھا۔"

"اور مسٹر ڈرائیور۔ وُہ ٹرنک آپ کو اسی مکان سے لدوایا گیا تھا۔" محمود اس کی طرف مُڑا۔

"ہاں! بالکل۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"کیا ہم اس مکان کو اندر سے دیکھ سکتے ہیں؟"

"ضرور! کیوں نہیں، لیکن بات بھی تو بتائیے۔" اس نے کہا۔

"جو ٹرنک یہ یہاں سے لے کر گئے ہیں۔ اس میں سے ایک عدد لاش نکلی ہے۔ انسانی لاش۔"

"ارے باپ رے۔" اس کا رنگ اڑ گیا۔

"میں کہہ چکا ہوں۔ آپ کے لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں، ویسے کیا آپ کا کرائے دار تنہا رہتا تھا؟"

"ہاں بالکل۔ میں نے کسی اور کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔"

"شکریہ۔ ہمارا تعلق محکمہ سُراغ رسانی سے ہے۔ مہربانی فرما کر تالا کھول دیں، ہم بس اندر کا جائزہ لیں گے اور یہاں سے رُخصت ہو جائیں گے۔"

"ضرور۔ ضرور۔" اس نے کہا اور تالا کھول دیا۔

وُہ اندر داخل ہو گئے۔ مکان میں کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھی؛ تاہم انھوں نے خالی مکان کا بھی پوری احتیاط سے جائزہ لیا۔ ایک ایش ٹرے میں سگریٹ کے بجھے ہوئے ٹکڑے نظر آئے۔ فارُوق نے ایک ٹکڑے کو اُٹھایا اور اس پر لکھا کمپنی کا نام پڑھا۔ پھر ٹکڑا کاغذ میں لپیٹ کر جیب میں رکھ لیا۔ ایک انجکشن کی خالی شیشی بھی ایک الماری کے نیچے سے مل گئی۔ محمود نے اسے بھی جیب میں رکھ لیا۔

"خیر تو ہے۔ کیا کچھ جیب میں رکھنے کا ارادہ ہے۔"

"تم نے دراصل انجکشن کو پڑھ کر نہیں دیکھا۔ یہ گہری نیند سلانے کے کام آتا ہے۔" محمود مسکرایا۔

"کک۔ کیا مطلب؟" فارُوق کے منہ سے نکلا۔

"میں سمجھ گئی۔" فرزانہ جلدی سے بولی۔

"تت۔ تو کیا۔ مسٹر ارمان بخاری کو اس مکان میں قید رکھا گیا ہے۔ گہری نیند کے ٹیکے لگا لگا کر۔"

"لاش کے بازو دیکھ کر اس بات کا اندازہ ہو جائے گا۔" محمود بڑبڑایا۔

"اُف مالک۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ارمان بخاری کو ایک سال تک یہاں رکھا گیا ہے۔ تب پھر۔ وُہ کون تھا۔ جس کو ان کے نام پر دفن کیا گیا۔" فارُوق نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"معاملہ ابھی تک بدستور اُلجھ ہی رہا ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

انھوں نے مکان کے ایک ایک حصّے کا بغور جائزہ لیا۔ لیکن سگریٹ کے ٹکڑوں اور انجکشن کی شیشی کے سوا کچھ نہ ملا۔

آخر وُہ واپس پلٹے۔ نون فیملی کے ہاں پہنچے۔ لاش کے بازوؤں کا معائنہ کیا گیا۔ تو بازو انجکشن کی سوئیوں سے چھلنی نظر آئے۔

"ارے! - یہ کیا" نون فیملی کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا -

"انجکشن کی سوئیوں کے نشانات - ایک سال تک انھیں ایک مکان میں قید رکھا گیا - نیند کے انجکشن لگا لگا کر وقت گزارا گیا"

"لیکن کیوں - کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" ریحان بخاری نے چلّا کر کہا -

"یہ آپ بتائیں، کیوں کہ آپ تو ایک سال پہلے انھیں دفن بھی کر چکے ہیں" محمود نے جھنّا کر کہا -

"اُف مالک - یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" نورین چلّائی -

"چیخنے اور چلّانے سے کچھ نہیں ہو گا - آخر کسی دُوسرے آدمی کو مسٹر ارمان بخاری کی جگہ کس طرح دفن کر دیا گیا - آپ لوگوں کی نظریں تو کمزور ہیں نہیں - اور اگر یہ کہا جائے کہ اس شخص کے چہرے پر ارمان بخاری صاحب کا میک اَپ کر دیا گیا تھا - تو یہ بتایا جائے - یہ کس طرح ہو گیا - آخر ارمان بخاری گھر میں ہی تھے - ان کو گھر سے نکال کر ان کی جگہ ان کے میک اپ میں کوئی لاش کس طرح گھر کے اندر پہنچا دی گئی - پھر ڈاکٹر نے انھیں کس طرح ارمان بخاری مان لیا - یہ سب باتیں کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہیں"

"ہمارے لیے بھی یہ اتنی ہی حیرت انگیز ہیں - جتنی آپ کے

لیے - ہمارے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم - یہ سب آخر کیسے ہو گیا"

"عدالت آپ کی اس بات پر ہرگز یقین نہیں کرے گی - آپ کو کوئی ٹھوس ثبوت دینا ہو گا"

"ہمیں ٹھوس ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں - ہم نے کوئی جُرم نہیں کیا - آپ کے سامنے لاش کا ٹرنک ایک وین والا یہاں لایا ہے"

"ہاں! یہ بات میں جانتا ہوں، لیکن ہم ایک بات نہیں مان سکتے" محمود نے مسکرا کر کہا -

"اور وُہ کیا؟" فرحان بُخاری نے فوراً کہا -

"یہ کہ آپ کچھ چھپا نہیں رہے - یہ بات ہم نہیں مان سکتے، میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ اب تک کوئی اہم بات چھپاتے رہے ہیں"

"نن - نہیں - ایسی کوئی بات نہیں" نورین نے کانپ کر کہا -

"یہ آپ کا جھوٹ ہے - بالکل صاف جھوٹ" فرزانہ مسکرائی -

"آپ کے ذہنوں میں آخر کیا ہے - کچھ ہمیں بھی بتا دیں" ریحان بخاری بولا -

"مسٹر ارمان بخاری نے شولی بنگر کی کہانی آپ لوگوں کو سنائی تھی - اور غالباً ایک دو اور آدمیوں کو بھی سنائی تھی - ان میں سے

کسی ایک کے ذہن میں ایک شیطانی منصوبہ آیا۔ بہت پُرہول منصوبہ۔"

"پپ - پُرہول منصوبہ۔" وہ بڑبڑائے۔

"ہاں! آپ مانیں یا نہ مانیں۔ لیکن اس منصوبے سے آپ لوگ بھی اچھی طرح واقف ہیں۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"نن - نہیں۔ یہ غلط ہے۔" وہ ایک ساتھ چلّائے۔

"خیر — ہم اس بات کو ثابت کر دیں گے۔ ہاں تو کسی کے شیطانی ذہن میں ایک شیطانی منصوبہ آیا اور اس نے اس پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر اس نے پُوری پُوری منصوبہ بندی کی۔ اور کامیاب ہو گیا۔ اس معاملے کا کسی کو پتا نہ چلتا — لیکن پھر۔ آپ لوگوں کی محبت دم توڑ گئی۔ دولت کا نشہ آپ لوگوں پر اس طرح چھا گیا کہ باپ کی محبت اس نشے کے نیچے دبتی چلی گئی۔" محمود روانی کے عالم میں کہتا چلا گیا۔

"یہ - یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟" ریحان نے کانپ کر کہا۔

"یہ سراسر الزام ہے۔" نورین بولی۔

"لیکن آپ لوگوں کے چہرے پکار پکار کر کہ رہے ہیں کہ یہ الزام نہیں ہے۔ ایک حقیقت ہے۔ ایک کڑوی حقیقت۔"

"پپ - پتا نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"ہمیں افسوس تو یہ ہے کہ ابھی تک ہم مجرم تک نہیں پہنچ سکے۔ ورنہ سب کے سامنے ایک ایک بات کھول کر بتا دیتے،

خیر۔ کوئی بات نہیں۔ دیکھا جائے گا۔"

"کیا دیکھا جائے گا؟" سلمان نے جل کر کہا۔

"وُہی۔ جو ہونے والا ہے۔" فاروق بولا۔

"خیر۔ ہم وضاحت کر دیتے ہیں۔ یہ مانیں یا نہ مانیں — سُنیے صاحبان۔ ارمان بخاری کی کہانی سُن کر اس شخص نے کیا کیا، اپنے کسی مُلازم کے چہرے پر شولی بنگر کا میک اپ کیا۔ اور ہوٹل کے ہال میں اسے کھانا کھانے کی ہدایت کی۔ ارمان بخاری نے اسے دیکھا تو خوف زدہ ہو گئے — پھر رات کو شولی بنگر بن کر ارمان بخاری کو فون کیا کہ وُہ انھیں موت کے گھاٹ اُتارنے آ رہا ہے۔ ارمان بخاری گھبرا گئے۔ انھوں نے اپنے اسی دوست کو فون کیا کہ یہ حالات ہیں۔ انھوں نے اس دوست کو فون اس لیے کیا تھا کہ ایک تو وُہ دوست طاقت وَر تھا اور دُوسرے وُہ اس قسم کے معاملات میں ان کی مدد بھی کر سکتا تھا۔ اب انھیں کیا معلوم تھا کہ وُہ اس وقت اسی کے بُنے ہوئے جال میں پھنستے جا رہے ہیں۔ فون پر اس دوست نے کہا کہ وُہ انھیں ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ اور ان کے بستر پر اپنے ایک وفادار ملازم کو سُلا دیتا ہے۔ جب شولی بنگر آئے گا تو مُلازم اسے دیکھ لے گا۔ یہ تجویز ارمان بخاری صاحب کو بہت بھائی۔ چناں چہ وُہ کسی کو بتائے بغیر گھر سے نکل آئے۔ ان

کے دوست نے انھیں ایک مکان میں پہنچا دیا۔ اب اس دوست نے اپنے ایک مُلازم کو ساتھ لیا۔ اور یہاں آیا۔ دروازہ اس کی ہدایت پر ارمان بخاری کھلا ہی چھوڑ گئے تھے، چناں چہ وہ اسے لے کر ان کے کمرے میں آگیا۔ کوئی چیز سنگھا کر اس نے اس مُلازم کو بے ہوش کیا۔ اور پھر اسے قتل کر دیا۔ خنجر سے یا کسی اور ہتھیار سے۔ پھر باہر نکل کر گھر کے افراد کو جگایا۔ خیال رہے کہ مُلازم کے چہرے پر شولی بنگر کا میک اَپ کیا ہوا تھا۔ اس نے گھر کے افراد کو بتایا کہ ابھی ابھی ارمان صاحب نے اُسے فون کیا تھا کہ انھوں نے شولی بنگر کو اپنی کوٹھی کے اردگرد منڈلاتے دیکھا ہے۔ لہٰذا ان کی مدد کو آجائیں۔ یہ سُن کر آپ لوگ اس کو لے کر ارمان صاحب کے کمرے میں آئے تو یہاں نقلی شولی بنگر مُردہ پڑا تھا۔ اس کا خُون فرش پر موجود تھا۔

'اوہ۔ اس کا مطلب ہے۔ ارمان صاحب شولی بنگر کو قتل کر کے بھاگ گئے۔ اس خوف سے کہ پولیس انھیں گرفتار کر لے گی۔' دوست نے یہ الفاظ ادا کیے۔ آپ لوگ پہلے ہی یہ بات محسوس کر چکے تھے۔ لہٰذا انکار کیسے کرتے۔

'اب کیا کیا جائے؟' دوست نے آپ لوگوں سے پُوچھا۔

'آپ ہی بتائیں۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔'

'اوہ۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آگئی ہے۔ ہم اس پر ارمان بخاری صاحب کا میک اَپ کر دیتے ہیں۔ اور ان کی مَوت کا اعلان کر دیتے ہیں۔'

'اس سے کیا ہو گا؟' آپ میں سے کسی نے پُوچھا۔

'اس سے یہ ہو گا کہ پولیس آپ کو پریشان نہیں کرے گی، ارمان بخاری صاحب کو بھی تلاش نہیں کریں گے اور یہ معاملہ دب جائے گا۔ اس طرح کچھ عرصہ بعد ارمان بخاری صاحب یہاں آ جائیں گے اور ہم انھیں کسی اور میک اَپ میں یہاں رہنے کا مشورہ دے دیں گے۔'

دوست کی اس تجویز کو آپ لوگوں نے پسند کیا۔ لیکن اب مسئلہ تھا۔ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کا۔ اس مقصد کے لیے بھی ارمان صاحب کے دوست کا نام سامنے آیا۔ یعنی ڈاکٹر توفیق پاشا۔ انھیں شاید رشوت بھی دی گئی ہو گی۔ بہرحال ساری بات سُن کر انھوں نے سرٹیفکیٹ لکھ دیا۔ اور آپ لوگوں نے ارمان بخاری صاحب کے نام پر اس غریب مظلوم کو دفن کر دیا گیا۔ اب آپ لوگ اُلجھن میں تھے۔ کہ ارمان صاحب کو کیسے تلاش کیا جائے اور کہاں۔ کچھ دن اسی اُدھیڑ بُن میں گزر گئے۔ پھر آپ کو ایک خفیہ فون مِلا۔ کسی نے آپ کو کہا کہ ارمان بخاری اس کے قبضے میں

ہیں — اور وہ یہ بات ثابت کر سکتا ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے — اور اس شخص کو ارمان بخاری صاحب کے طور پر قبرستان میں دفن کیا گیا ہے — اب تو آپ لوگ بہت گھبرائے — دوڑ کر اس دوست کے پاس گئے — وہ بھی یہ بات سُن کر پریشان ہو گیا — لیکن اس کی پریشانی مصنوعی تھی — سارا کیا دھرا تو اس کا تھا — اور وُہی اب فون کرنے والا تھا — لہٰذا اس نے مشورہ دیا کہ فون کرنے والے کی ہدایات پر عمل کیا جائے —

چناں چہ دوبارہ جب اس کا فون آیا تو آپ لوگ اس کے مطالبات ماننے پر آمادہ ہو گئے — اور اس نے بڑی بڑی رقوم کا مطالبہ شروع کر دیا — یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا — پھر آپ لوگ تنگ آ گئے — باپ کی محبت آپ کے اندر سے نکل گئی — آپ سوچنے لگے — اب ہم اس باپ کے لیے رقوم کیوں ادا کریں — جس کی واپسی ہمارے لیے صرف اور صرف پابندیاں لائے گی — اب ہم بالکل آزاد ہیں — اگر وہ آ گئے تو ہماری آزادی اور عیش ختم ہو جائیں گے — لہٰذا آپ لوگوں نے کوئی اور رقم دینے سے انکار کر دیا — اس نے پہلے تو فون پر دھمکیاں دیں، لیکن آپ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے — آخر اس نے اخبارات میں وہ

اشتہار شائع کروایا — لیکن آپ لوگوں نے پھر بھی اثر نہ لیا — اور آخر کار اس نے بھی غُصّے میں آ کر ارمان بخاری صاحب کو قتل کر دیا اور ان کی لاش ایک ٹرنک میں ڈال کر وین کے ذریعے یہاں بھیج دی — یہ ہے کُل کہانی — اب آپ لوگ صرف اس دوست کا نام بتا دیں — باقی کام ہم خود کر لیں گے۔"

وُہ چاروں سکتے کے عالم میں بیٹھے رہ گئے — ان کی نظریں زمین میں گڑ گئی تھیں —

"آپ لوگ تو بالکل خاموش ہو گئے — کچھ تو بولنا ہو گا۔"

"ہاں! کچھ تو بولنا ہو گا — آپ لوگوں نے واقعات جس ترتیب سے سُنائے — اس کو سُن کر ہم جس قدر حیران ہوں کم ہے — واقعات بالکل درست ہیں — اسی طرح ہوا ہے — لیکن بس ایک بات نہیں ہوئی۔" ریحان بخاری نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب — کیا نہیں ہوئی؟"

"ہمارے والد صاحب کے وُہ دوست مُجرم نہیں ہو سکتے، شیطانی منصوبہ ضرور کسی اور کے ذہن میں آیا تھا۔ ان کے دوست سے تو ہم نے مدد لی تھی۔"

"آپ اس بات کو چھوڑیں۔ ہمیں دوست کا نام بتائیں۔ ثبوت پیش کیے بغیر ہم مُجرم کو نہیں پکڑتے۔ ہمارے طریقے پولیس کے طریقوں سے بالکل مختلف ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہم ان کا نام بتا دیتے ہیں۔ لیکن آپ کا یہ خیال غلط ہی نکلے گا کہ یہ ساری منصوبہ بندی ان کی ہے۔ انھوں نے تو ہماری مدد کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم کہہ چکے ہیں، بے گناہ کو ہرگز نہیں پکڑیں گے۔" محمود نے کہا۔

"شکریہ۔ اِن کا نام عباس جاہ ہے۔"

"عباس جاہ۔ کیا مطلب؟" تینوں ایک ساتھ بولے۔ ان کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔

"تو آپ کو اس نام کی امید نہیں تھی۔" ریحان بخاری نے پُوچھا۔

"نہیں۔ ہمارا تو خیال تھا۔ آپ لوگ ڈاکٹر توفیق پاشا کا نام بتائیں گے۔"

"نہیں! اُنھوں نے دوست کے طور پر اگر کسی کا ذکر کیا تو عباس جاہ کا۔"

"لیکن افسوس۔ ہم نے اس کیس کے دوران اس نام کے کسی آدمی سے مُلاقات نہیں کی۔"

"اس میں ہمارا کیا قصور جناب۔" فرحان نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر۔ ان کا پتا بتا دیں۔"

پتا سُن کر وُہ حیرت زدہ رہ گئے۔۔۔

بس دیکھتے جاؤ

"السلامُ علیکم انکل - کہیے کیا رہا؟"

"انجکشن والی شیشی پر انگلیوں کے نشانات موجود ہیں — دراصل وہاں اور بھی بہت سی شیشیاں رہی ہوں گی - مجرم نے ان سب کو اُٹھا کر کسی گندے نالے میں پھینک دیا ہوگا - لیکن یہ شیشی کسی طرح رہ گئی - اِدھر اُدھر لڑھک گئی ہوگی - کیوں - یہی بات ہے نا؟"

"جی ہاں ! یہ ہمیں ایک الماری کے نیچے سے ملی تھی۔"

"بس اس سے چوک ہوگئی - رہ گیا وہ سگریٹ کا ٹکڑا — اس قسم کے سگریٹ اس شہر میں پینے والے بہت کم لوگ ہوں گے - دراصل یہ بہت پُرانا سگریٹ ہے - پہلے اس کو بہت سے لوگ پسند کرتے تھے ، لیکن اب نہیں ؛ تاہم کچھ پُرانے لوگ اب بھی اس کو پسند کرتے ہیں - اور کمپنی بھی شاید ایسے لوگوں کے لیے ہی یہ اب تک تیار کر رہی ہے — ورنہ

اس نے اب دُوسرا سگریٹ بھی شروع کر لیا ہے۔"

"ہُوں ! یہ بھی اچھی بات معلوم ہو گئی - اس کا مطلب ہے ، اب ہم مسٹر عباس جاہ کو چیک کر سکتے ہیں — پہلے اس کی اُنگلیوں کے نشانات کا معائنہ کریں گے ، پھر اس کے پاس موجود سگریٹ کا پیکٹ دیکھیں گے اور پھر گرفتاری کے لیے ہتھکڑیاں اس کے سامنے کر دیں گے۔"

"ہوں ٹھیک ہے - بشرطیکہ وُہ وہاں موجود ہو۔" اکرام مُسکرایا۔

"اور وُہ وہاں موجود کیوں نہ ہوگا — وُہ شاید سوچ بھی نہیں سکتا کہ نون فیملی ہمیں اس کا نام پتا بتا دے گی۔" فاروق بولا۔

"اس صورت میں تو سوچ سکتا ہے - جب کہ اس نے ارمان بخاری صاحب کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"خیر - چلیے۔"

وُہ وہاں سے جیپ میں روانہ ہوئے - اور اس عمارت کے سامنے پہنچ کر اُترے - جس کا پتا نون فیملی نے بتایا تھا - کمرہ نمبر ۴۰ کے دروازے پر ایک بڑا سا تالا ان کا منہ چڑا رہا تھا - انھوں نے ساتھ والے دروازے پر دستک دی — ایک نوجوان آدمی نے سر باہر نکالا :

"جی - فرمائیے۔"

"یہ — یہ آپ کے پڑوسی کہاں گئے ؟"

"بتا کر نہیں گئے۔" اُس نے کہا۔

اب وُہ عمارت کے مالک کے پاس آئے ۔

"ہمیں مسٹر دل بہار شاہ سے ملنا ہے۔"

"وُہ تو کہیں گئے ہوئے ہیں۔ پتا نہیں کب لوٹیں۔"

"کیا ہم ان کا کمرہ اندر سے دیکھ سکتے ہیں؟"

"بھلا میں اس کی کس طرح اجازت دے سکتا ہوں جناب۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہم وارنٹ لے آتے ہیں۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"بات اتنی سیدھی نہیں کہ آپ کو فوراً بتا دی جائے۔ بہت گھماؤ پھراؤ والی ہے۔ اور ہم خود نہ جانے کب سے گھوم پھر رہے ہیں۔ آپ کو ایک دو جملوں میں کس طرح بتا دیں۔"

"چلیے پھر میں کمرہ اپنی موجودگی میں دکھا دیتا ہوں۔"

"بالکل ٹھیک۔ ہم کوئی چیز چرائیں گے نہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وُہ بولا۔

اور پھر وُہ انھیں کمرہ نمبر چالیس تک لے آیا۔ تالا کھولتے ہوئے اس نے کہا:

"اندر جا کر دیکھ لیں۔ ویسے میرا خیال ہے۔ وُہ کمرہ چھوڑ کر

جا چکا ہے۔"

"کیا مطلب۔ پہلے تو آپ نے یہ بات نہیں بتائی۔" محمود اُسے گھورا۔

"اس لیے کہ ابھی اس نے مجھے یہ نہیں کہا کہ میں کر جا رہا ہوں؛ تاہم جس وقت وُہ گیا تھا، ا میں ایک چھوٹا سا بریف کیس تھا۔ جس روز اس نے کرائے پر لیا تھا، اس روز وُہ وُہی بریف کیس اٹھائے ہوئے آیا تھا۔ اس دوران وُہ جب بھی کہیں گیا۔ بریف کیس کے بغیر گیا۔"

"ہوں۔ تب تو شاید آپ کا خیال ہی ٹھیک ہو۔" محمود نے کہا۔

اندر آ کر انھوں نے دیکھا۔ کمرے کی صفائی کی جا چکی تھی۔ البتہ ایش ٹرے میں سگریٹ کے ٹکڑے یہاں بھی موجود تھے۔ اور یہ وُہی ٹکڑے تھے۔ جو انہیں ارمان بخاری والے مکان میں ملے تھے۔

"اپنے خلاف ثبوت ہر جگہ چھوڑ رہا ہے۔" فاروق بڑبڑایا۔

"یا تو بہت فراخ دل ہے۔ یا پھر اسے گھمنڈ ہے۔ کہ ہم اس تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"جب کہ ہمارا خیال ہے۔ ہم اس تک پہنچ جائیں گے۔

کم از کم ہم ایک بات تو معلوم کر ہی چکے ہیں۔ یہ کہ دل بہار شاہ ہی عباس جاہ ہے۔ اور یہی وہ شخص ہے۔ جس نے ارمان بخاری کو دوست بن کر ڈسا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ اب ہم اس کو کہاں تلاش کریں؟" اکرام نے منہ بنایا۔

"اب ہمارے لیے اس کو تلاش کرنا زیادہ مشکل کام نہیں رہ گیا، کیوں کہ ہم اس کیس میں شریک ہر شخص کی انگلیوں کے نشانات چیک کر سکتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔ اب ہم ڈاکٹر توفیق پاشا کے ہاں چلیں گے۔" محمود نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر توفیق نے انھیں فکر مندانہ نظروں سے دیکھا، پھر اکرام پر اس کی نظریں جم کر رہ گئیں:

"یہ سب انسپکٹر اکرام ہیں۔ پہلی مرتبہ جب ہم آپ سے ملے تھے تو یہ اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھے۔"

"میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" وہ بولے۔

"خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟" فاروق مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکے۔

"ویسے آپ کو زیادہ سزا نہیں ہو گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"ارمان بخاری کی جگہ کوئی اور قتل ہوا تھا، لیکن آپ نے سرٹیفکیٹ لکھا کہ ارمان بخاری نے دل کے دورے سے وفات پائی ہے، جب کہ ارمان بخاری کی موت آج واقع ہوئی ہے۔ انھیں آج قتل کیا گیا ہے۔ اس طرح ایک غریب آدمی کے قتل کی تفتیش نہ ہو سکی اور اس کا مجرم گرفتار نہیں ہو سکا۔ اس کے ذمے دار صرف اور صرف آپ ہیں۔ اگر آپ ان لوگوں کی بات ماننے سے انکار کر دیتے اور پولیس کو ساری بات بتا دیتے تو شاید نوبت ارمان بخاری کے قتل تک نہ پہنچتی اور مجرم بھی گرفتار ہو جاتا۔"

"پتا نہیں۔ آپ کیا باتیں کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر نے جل بھن کر کہا۔

"خیر پھر ساری بات سن لیں۔"

محمود نے کہا اور تفصیل دہرا دی۔ ڈاکٹر توفیق ساکت رہ گئے۔ آخر انھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"کیا سمجھوتہ نہیں ہو سکتا؟"

"کیسا سمجھوتہ؟"

"آپ مجھے گرفتار نہ کریں۔" اس نے دبی آواز میں کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو ہمارا فرض ہے کہ آپ کو گرفتار

کر کے پہلے حوالات اور پھر جیل بھجوائیں۔ بھلا ہم اپنے فرض سے غداری کس طرح کر سکتے ہیں۔"

"دنیا میں سب چلتا ہے۔ میں آپ کو پچاس ہزار روپے دے سکتا ہوں۔"

"بس۔ ہمارے ضمیر کی قیمت صرف پچاس ہزار روپے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"خیر۔ ایک لاکھ سہی۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"لیکن ہم تو اپنے ضمیر کی بہت بڑی قیمت خیال کرتے رہے ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اچھا دو لاکھ۔"

"کچھ اور بڑھیے ڈاکٹر صاحب۔ ذرا ہم بھی تو سنیں۔ آپ کہاں تک جاتے ہیں۔"

"پانچ لاکھ۔ بس یہ آخری حد ہے۔"

"سوری ڈاکٹر صاحب۔ آپ پانچ کروڑ۔ بلکہ پانچ ارب دے کر بھی ہمیں نہیں خرید سکتے۔ ہم بک جانے والی چیزیں نہیں ہیں۔ آپ کو جیل جانا ہو گا۔ آپ کی وجہ سے ایک بے گناہ انسان کے قتل کی تفتیش نہیں ہو سکی۔"

ڈاکٹر انھیں گھور کر رہ گیا۔ اکرام نے جیب سے پستول نکال لیا تھا، کیوں کہ ڈاکٹر بھاگنے کی کوشش بھی تو کر سکتا تھا، پھر انھوں

نے اسے حوالات پہنچا دیا۔ وہیں اس کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے، لیکن یہ نشانات شیشی پر پائے جانے والے نشانات کے مطابق نہیں تھے:

"اب کہاں کا ارادہ ہے؟"

"ہوٹل کے مینجر کو چیک کریں گے۔ شوبی بنگر کی کہانی اس کو بھی معلوم ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اکرام نے کہا۔

وہ ہوٹل کوبرا پہنچے۔ مینجر نے ان کا استقبال گھور کر کیا:

"آپ لوگ پھر آ گئے۔" وہ بھنکارا۔

"جی ہاں۔ بس ذرا۔ آپ کی انگلیوں کے نشانات درکار ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ۔ کہ۔ اپنی انگلیوں کے نشانات ہمیں دے دیں۔ ہم ایک جرم کی تفتیش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے ہاتھ کچھ نشانات لگے ہیں۔ ہم چیک کر رہے ہیں کہ وہ نشانات کس کی انگلیوں کے ہیں۔"

"لیکن میرا اس معاملے سے کیا تعلق۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"آپ کے ہوٹل میں ارمان بخاری صاحب کھانا کھانے آتے

رہے ہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔"

"اور وہ آپ کے دوست بھی تھے؟"

"پتا نہیں یہ بات کہی جا سکتی ہے یا نہیں۔ بہرحال ہم دوستانہ انداز میں ملتے جلتے ضرور تھے۔"

"اور انھوں نے آپ کو شولی بنگر کی کہانی بھی سنائی تھی؟"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ آخر آپ مجھ سے کہلوانا کیا چاہتے ہیں؟"

"اس پوری سازش میں آپ شریک ہیں۔" محمود نے کہا۔

"کس سازش میں؟" اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ارمان بخاری نوٹنگو والی سازش میں۔ اور آج انہیں قتل بھی آپ نے ہی کیا ہے۔"

"ارے باپ رے۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔"

"اور ہمارے پاس اس کا ثبوت بھی ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"اور وہ کیا ہے؟" مینجر نے فوراً پوچھا۔

"انگلیوں کے نشانات ایک مقام سے ہمیں مل گئے ہیں۔ آپ نے اس جگہ ارمان بخاری کو قید کر رکھا تھا۔ وہ بے چارا وہاں ایک سال تک قید رکھا گیا۔"

"اُف۔ آپ تو بہت بڑے بڑے الزامات لگا رہے ہیں۔ خیر۔ آپ میری انگلیوں کے نشانات کیوں نہیں لے لیتے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہی تو ہم چاہتے ہیں۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

اس کی انگلیوں کے نشانات لے کر شیشی پر پائے جانے والے نشانات سے ملائے گئے، لیکن پھر ان پر مایوسی نے زوردار حملہ کیا، کیوں کہ دونوں نشانات بالکل مختلف تھے:

"یہ۔ یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ یہ نشانات تو ان کے نہیں۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ یہ جرم میں نے نہیں کیا۔ آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔" مینجر نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں! آپ کا بیان ٹھیک ہے۔ ہمارا خیال غلط نکلا۔ معاف کیجیے گا۔" یہ کہ کر محمود اٹھ کھڑا ہوا۔

"کوئی بات نہیں۔"

باہر نکل کر وہ جیپ میں بیٹھ گئے۔

"یہ کیا ہوا؟" اکرام بولا۔

"ہوتا ہے انکل ایسا بھی ہوتا ہے۔" محمود بولا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کہاں جائیں۔ کس کو چیک کریں؟"

"دل بہار شاہ ہمیں ملا نہیں۔ اب اور کون رہ جاتا ہے۔"

"اوہ ہاں! نون فیملی۔" فرزانہ چونکی۔

"نون فیملی۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"ہو کیوں نہیں سکتا۔ آئیے انکل چلیں۔"

نون فیملی کی انگلیوں کے نشانات بھی لیے گئے، لیکن کسی

کے نشانات شیشی پر پائے جانے والے نشانات سے نہ مل سکے۔ آخر تھک ہار کر وہ گھر پہنچے۔ اور یہ دیکھ کر کھل اٹھے کہ انسپکٹر جمشید گھر میں موجود ہیں۔

"شکر ہے۔ ابا جان۔ آپ نظر تو آئے۔ آخر آپ کہاں چلے گئے تھے؟"

"ایک ضروری کام میں مصروف تھا۔ جو تمہیں بتانے والا نہیں۔ بہت تھکے ماندے نظر آ رہے ہو۔ کیا ارمان بخاری کیس حل نہیں ہوا؟"

"جی بس۔ ہاتھی تو گزر چکا ہے۔ دُم رہتی ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ساری تفتیش ہم کر چکے۔ صرف مجرم کو گرفتار کرنا باقی ہے۔"

"اور مجرم کون ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"یہ ابھی معلوم نہیں ہو سکا۔"

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا خیر۔ مجھے پوری تفصیل سناؤ۔ شاید میں کچھ مدد کر سکوں۔"

"بہت بہت شکریہ ابا جان۔"

محمود نے پوری تفصیل سنا دی۔ ایک بات بھی نہ چھوڑی، انسپکٹر جمشید چند منٹ تک سوچ میں ڈوبے رہے، پھر ان

سے چند سوال کیے اور ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر سر اٹھا کر بولے:

"ٹھیک ہے۔" اس سے آگے انھوں نے کچھ بھی نہ کہا۔

"جی کیا ٹھیک ہے؟"

"تم نے سارا کام بالکل ٹھیک کیا ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دل بہار شاہ ہی مجرم ہے۔ لیکن اب وہ روپوش ہو گیا ہے۔ یا کسی اور روپ میں موجود ہے۔ بس بات صرف اتنی سی ہے۔ اور ہاں۔ نیلا گھوڑا بھی وہی ہے۔ آؤ چلیں۔ اسے گرفتار کر لائیں۔"

"جی۔ کیا فرمایا آپ نے۔ گرفتار کر لائیں۔" فاروق حیرت زدہ انداز میں بولا۔

"ہاں! کیا تم اسے گرفتار نہیں کرنا چاہتے؟"

"بھلا، ہم کیوں نہ چاہیں گے۔ صبح سے تو خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔"

"تو پھر چلو۔"

"آخر آپ کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ مجرم کون ہے۔ کہاں ہے۔ کیا آپ بھی اس کیس پر کام کرتے رہے ہیں؟"

"نہیں! میں اور طرف مصروف تھا۔ میں نے تو تمہاری کہانی سننے کے بعد ایک اندازہ لگایا ہے۔ جو غلط بھی ہو

سکتا ہے۔"

"مشکل ہے ابّا جان۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا؟" انھوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ کہ آپ کا اندازہ اور غلط ہو جائے۔"

"بھئی میں بھی آخر انسان ہوں۔ چلو۔"

ایک بار پھر وہ گھر سے نکلے۔ اس مرتبہ جیپ انسپکٹر جمشید چلا رہے تھے۔ پھر وہ چونک اُٹھے۔ اور محمود نے حیرت زدہ انداز میں کہا:

"ارے۔ آپ تو نون فیملی کی طرف آ گئے۔"

"ہاں! ہمیں یہیں آنا تھا۔"

"یہاں سے تو ہم ابھی ابھی گئے ہیں۔"

"تو کیا ہوا۔ میں سُن چکا ہوں۔ تم ان چاروں بھائی بہن کو چیک کر چکے ہو۔"

"تو پھر۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"بس دیکھتے جاؤ۔"

"دیکھ تو ہم نہ جانے کب سے رہے ہیں۔ ارے ارے۔ یہ آپ کس طرف جا رہے ہیں۔ صدر دروازہ اس طرف ہے۔" فاروق نے چونک کر کہا۔

"آؤ بھئی۔ خاموشی سے آؤ۔"

انسپکٹر جمشید صدر دروازے کے پاس سے گزر کر دیوار کے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے۔ آخر وہ ایک دروازے کے سامنے رُک گئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کی حیرت کا کیا پوچھنا۔ اکرام بھی کم حیرت زدہ نہیں تھا۔ اِدھر انسپکٹر جمشید نے دستک دی۔ دروازہ کھلا اور جالینوس کی صورت دکھائی دی۔ انھیں دیکھ کر وہ زور سے چونکا۔

"کہیں جا رہے ہیں مسٹر جالینوس؟" انسپکٹر جمشید نرم آواز میں بولے، ان کی نظریں کمرے کے اندر فرش پر رکھے سوٹ کیس پر جمی تھیں۔ جالینوس کے ہاتھ میں سگریٹ تھا۔ اس کا دھواں لہریں لیتا اوپر اُٹھ رہا تھا۔

"ج۔ جی ہاں! میں نے یہ ملازمت چھوڑ دی ہے۔"

"لیکن مسٹر جالینوس۔ آپ یہاں سے صرف ہمارے ساتھ جا سکتے ہیں۔"

"کک۔ کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"اس لیے کہ ہمارے مجرم آپ ہی ہیں مسٹر شولی بنگر۔"

"جی۔ کیا فرمایا۔ شولی بنگر۔" محمود، فاروق، فرزانہ اور اکرام چلّا اُٹھے۔

"ہاں! یہی شولی بنگر ہے۔"

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"جو خیال تم نے قائم کیا تھا۔ ہوا قریباً اسی طرح ہے۔
فرق صرف اتنا ہے کہ دوست کا کردار ہوٹل کے منیجر نے ادا
کیا۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ ارمان بخاری کو اغوا کرکے
اس مکان تک پہنچا دے۔ تم اس کی انگلیوں کے نشانات
لے لو۔ ابھی بات ثابت ہو جائے گی۔ اور اس سگریٹ کو
بھی چیک کر لو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اکرام کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔
اور پھر انھوں نے اس کے نشانات لے لیے۔ جوں ہی نشانات
ملائے گئے اور سگریٹ کو چیک کیا گیا، وہ چلا اٹھے:

"بالکل مل گئے۔ سو فی صد وہی۔"

"بس تو پھر۔ تمھارا مجرم حاضر ہے۔ دراصل اس نے سوچا
انتقام تو لینا ہی ہے۔ کیوں نہ پہلے بڑی بڑی رقوم بھی
حاصل کی جائیں۔ اس لیے اسے ہوٹل کے منیجر کو ساتھ ملانا پڑا۔"

جالینوس کو گرفتار کروانے کے بعد وہ گھر روانہ ہوئے۔

"لیکن ابا جان، چٹوں والی تحریر تو جالینوس کی تحریر سے مختلف تھی۔" فاروق بولا۔

"بھئی وہ تحریر منیجر کی تھی۔ جسے شائع کروانے یہ خود
گیا تھا۔"

"اوہ۔ تو یہ بات تھی۔ اسی لیے اخبارات کے کلرک پورے
یقین سے کہ رہے تھے کہ وہ یہی ہے۔ جو اشتہار دینے کے

لیے آیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ آخر کو یہ کیس بھی ختم ہو ہی گیا۔" فاروق
بولا۔

"لیکن ہوا ابا جان کی مدد سے۔ سارا دن ہم مارے مارے
پھرتے رہے۔ اور۔ میدان مار لیا انھوں نے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تو یوں کہو۔ کیس کا سہرا ابا جان کے سر رہا۔" محمود چہکا۔

"کیا۔ کیا کہا تم نے۔ پھر سے کہنا۔" بیگم جمشید نے تلملا کر کہا۔
اور انسپکٹر جمشید کی ہنسی نکل گئی۔

ختم شد